نعت خوانی عبادت ہے

تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

مُحمّد فیض احمد اُویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد! ہمارے دور کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ محافلِ نعت خوانی جگہ جگہ منعقد ہو رہی ہیں۔ ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ثنائے رسول ﷺ کی دھوم ہے ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں۔ یہاں تک کہ جنگلات میں، جھونپڑیوں میں نعتِ رسول ﷺ کی آواز گونجتی سنائی دیتی ہے۔

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ [1] **ترجمہ**: اے حبیب ﷺ ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

لیکن افسوس کہ اُس کا تقدّس (پاکیزگی، احترام) نہایت ہی بے دردی سے پامال (تباہ) ہو رہا ہے۔ فقیر جب بعض نعت خوانوں (نعت پڑھنے والوں) اور بعض محافل (مجالس) منعقد کرنے والوں کے کوائف (حالات) دیکھتا ہے تو بعض مقامات پر خون کے آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے۔ فقیر اَہلِ سنّت بھائیوں سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح اِن محافل کے منعقد کرنے کی سعادت (خوش قسمتی) پائی ہے، اِن کے تقدّس (پاکیزگی، احترام) کو بحال (قائم) رکھ کر انعامِ خداوندی سے مالا مال (نعمتوں سے بھرپور) ہوں، ورنہ جن کوائف (حالات) سے اِس وقت تم دوچار (مبتلا) ہو، اُس سے بجائے ثواب (نیکی) کے قیامت میں سزا پاؤ گے۔

(۱) انعقادِ محفل خوانی صرف رضائے اللہ تعالیٰ اور رضائے رسول اللہ ﷺ مدِ نظر ہو۔ نام و نمود اور شُہرت و رِیاء کو بالکل دل سے نکال دیں۔

(۲) اُن نعت خوان حضرات کو دعوت دیں جو شرع شریف کے پابند ہوں۔ داڑھی مُنڈے اور بے وضو ہو کر نعت شریف پڑھنے والے، سگریٹ نوش، عیّاش، جن کی شکل و صورت بھنگیوں اور ملنگوں جیسی ہو اُن سے پرہیز کریں خواہ اُن کی سُریلی آواز آسمان کے تارے اُتار دے۔

(۳) ایسی نعتیں اور دوہڑے قطعے (مختصر اشعار) وغیرہ پڑھیں جو خلافِ شَرع نہ ہوں۔ بہتر ہے کہ حضرت امام احمد رضا بریلوی قُدّس سِرّہ اور اُن کے متبعین کا کلام پڑھیں۔

(۴) فلمی طرز کے گانوں سے بچیں۔

(۵) خود اپنی سیرت و صورت کو بھی بدلیں کہ محفلِ نعت شریف پر لاکھوں لٹا دیں لیکن شکل ہے انگریزوں والی اور سیرت ہو غلط کاروں والی، سیرت و صورت صاحبِ نعت ﷺ کے مطابق ڈھالیں پھر قدرت کا نظارہ دیکھیں یا تم خود مدینہ پہنچو یا دل مدینہ ہو جائے۔

قیمتی مشورہ: اتنا عظیم خرچ اگر سرورِ کائنات ﷺ کے دین کی اشاعت پر کریں تو بہ نسبت انعقادِ محفل کے اِس کا زیادہ نہ صرف فائدہ بلکہ قُربِ رسول اللہ ﷺ اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ سے نوازے جائیں گے۔

حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک طالب علم کو سبق یاد کرنے کے لئے لالٹین دیا تو حضور ﷺ نے زیارت سے شرف بخش کر فرمایا کہ تو نے میرے دین کے طالب علم کی عزّت کی اللہ تعالیٰ تیری عزّت و عظمت دوبالا فرمائے۔ [2]

(۶) فوٹو گرافی اور ویڈیو سے بچیں۔

---

1) سورۃ الم نشرح: آیت 4

2) تاریخ فرشتہ، مترجم، بحوالہ طبقاتِ ناصری، 1/88، میزان ناشران و تاجران کتب۔

نوٹ: جتنا تمہارا محفلِ نعت کے انعقاد پر خرچہ اُٹھتا ہے اگرچہ کسی دینی ادارہ کی سرپرستی پر خرچ ہو تو حضور ﷺ دینی اداروں کی سرپرستی سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔اِس پر سینکڑوں شواہد موجود ہیں بلکہ بعض حضرات کا اُن محافلِ مبارک پر سالانہ اتنا خرچہ آتا ہے کہ اُس خرچے سے ایک بہترین اسلامی یونیورسٹی چلائی جاسکتی ہے۔

مثلاً عمرے کا ٹکٹ۔ بعض مقامات پر تو تین تین ٹکٹ اور اِس سے بھی زائد کا اعلان ہوتا ہے۔ درجنوں نعت خوانوں پر ہزاروں روپے نچھاور (خرچ) کرنا اور ہزاروں روپے نذرانہ (تحفہ) پیش کرنا، بعض حضرات کا ہوائی جہاز کا آمدورفت کا ٹکٹ اور اُن کے ساتھ اُن کے لاؤلشکر (ساتھیوں) کا ہوٹل پر پُرتکلف (عمدہ) کھانے کا انتظام اور قیام کے لئے اعلیٰ ہوٹل کا اعلیٰ کمرہ اور ہزاروں سامعین (سننے والوں) کے لئے پرتکلف (لذیذ) گوشت، روٹی، پلاؤ، زردہ طعام (کھانا) کھلانا، بعض جگہوں پر انگریزوں کی طرح کھڑا کرکے جلسہ گاہ اور اپنے مکانات کو دلہن کی طرح سجانا، اسٹیج کو رشکِ ارم (جنت کی مانند) بنانا، اگر یہ تمام خرچہ احتیاط سے جمع ہو تو نہ صرف چھوٹا سا دارالعلوم بلکہ ایک بہترین یونیورسٹی چلائی جاسکتی ہے۔ ہمارا کام تھا عرض کرنا، اب ماننا نہ ماننا آپ کے ذمہ (ذمہ داری) ہے۔

نعت خوانوں سے معروضات: جو عہد (وعدہ) اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو سپُرد فرمایا ہے، اُس پر تم جتنا فخر وناز (خوشی) کرو کم ہے۔ حضور ﷺ کا نعت خوانی سن کر انعامات (تحائف) سے نوازنا یہ تمہارے لئے خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ اِس سے بڑھ کر اور کرم کیا ہو کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا مصلّٰی (نماز پڑھنے کی جگہ) بخشا[3]، تو اپنے نعت خواں سیّدنا حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیریں (خوبصورت) کنیزیں و دیگر انعامات و نوازشات (عنایات) سے نوازنے کے علاوہ اپنا منبر (خطاب کی جگہ) عطا فرمایا[4] اور خود نعت سننے کے لئے فرشِ زمین کو نوازا۔

اِن کے علاوہ شیخ سعدی[5] و جامی[6] و رومی اور امام احمد رضا قدس سرہ (بریلوی) کو نعت گوئی کے انعامات سے زیارت سے نوازا[7] بلکہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صرف اور صرف قصیدہ گوئی پر چادر مبارک عطا فرمائی[8] اور آج بھی ہزاروں خوش بختوں کو ایسی نوازشات سے نوازا جارہا ہے بلکہ تم خود ہی سوچ لو کہ تمہارے اکثر لوگ اگرچہ کتنے اِسی غلط طریقوں کو اختیار کئے ہوئے ہو لیکن دنیا میں معزّز و مکرم ہوگئے ہو اور تم خود تنہائی میں خود کو دیکھ کر گنگناتے ہو کہ

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا　　　کہ بات ابتک بنی ہوئی ہے

تمہاری پہلی حالت کیا تھی اور اب کیا ہے تمہاری قسمت میں کتنا نکھار آگیا ہے اور خود مانتے ہو:

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا　　　تم نے خرید کر ہمیں انمول کردیا

---

3)صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول، 170/1، حدیث 684، دار ابن کثیر، بیروت

4)مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان و الشعر، الفصل الثالث،، 1354/3، المکتب الإسلامي بیروت

5)درود پاک علامتِ محبت، ص32، مکتبۃ المحسن

6)بشیر الکامل، ص XXX1، والضحیٰ پبلیکیشنز

7)حیاتِ اعلیٰ حضرت، 68/1، ناشر اکبر بک سیلرز لاھور

8)کشف الظنون، 1331/2، دار احیاء التراث العربي، بیروت۔ لبنان

لیکن افسوس کہ تم نے اِس مقدّس شعبہ کو ایک کاروبار سمجھ لیا ہے اور جس کا کھاتے ہو اُس کا گاتے ہو لیکن اُس کا نبھاتے نہیں، کھاتے اُن کا ہو اور نبھاتے ہو انگریز سے، اپنی صورت و سیرت کو ایسے ڈھالو کہ جونہی اسٹیج پر تشریف لاؤ تو عوام بے ساختہ کہہ اُٹھیں:"وہ دیکھو نبی کا غلام آرہا ہے۔"اِدھر تمہاری پہلی آواز اُٹھے اور اُدھر گنبدِ خضریٰ سے نوازے جاؤ۔ تم ہمارے ہو گئے تو ہم تمہارے ہو گئے۔

ایسا نہ ہو کہ اِدھر تم نعت شروع کرو اور اُدھر سرکارِ دو عالم ﷺ منہ پھیر لیں اور فرمائیں:"یہ میرا نہیں ہے بلکہ میرے دشمن انگریز کی صورت کا ہے۔"

اِسی لئے فقیر گزارشات کی جرأت کرتا ہے۔

گرقبول اُفتدزہے عِزّو شَرف

نوٹ: یاد رکھئے کہ جو نعت خوانی کے لئے تمہارا انتخاب ہوا ہے اُس کے متعلق بڑے اُولیائے کرام خود کو یوں محسوس کرتے ہیں:

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب ہنوز نام توگفتن کمال بے ادبی[9] است[10]

ہزار بار (لاکھ بار، بے شمار دفعہ) اپنے منہ کو مشک و گلاب سے دھو کر اے حبیبِ خدا ﷺ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی اپنی زبان پر لاؤں تب بھی بے ادبی ہے۔

کسی اور بزرگ نے فرمایا:

ادب گاہ ست زیر زمین از عرش نازک تر که نفس گم کرده می آید جنید و بایزید[11] اینجا[12]

(۱) نعت خوانی کے لئے قلب (دل) پر رضائے الٰہی رضائے مصطفیٰ میں ایسی واردات پیدا کریں کہ خود صاحبِ نعت ﷺ آپ سے پیار فرمائیں جیسے عارف جامی قدس سرہ سے ہوا کہ گنبدِ خضریٰ کی حاضری سے الوداع کے وقت حضور ﷺ فرما رہے تھے: **"سلامت روی وباز آئی "**

دنیوی لالچ کو اپنے اندر جگہ نہ دیں اور نہ ہی اُسے روزی کا دھندا بنائیں۔

(۲) سیرت وصورت صاحب نعت ﷺ کے مطابق بنائیں، دشمنِ اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے باغی انگریز کی سیرت وصورت اپنا کر نعت خوانی کرنا صاحب نعت ﷺ کی ناراضگی کو دعوت دیتا ہے۔

(۳) جیسے نعت خوانی میں دلچسپی ہو ایسے ہی سننے میں اُس سے بڑھ کر ہو، ایسا نہ ہو کہ اپنی باری کے بعد کسی دوسرے شکار کے لئے مقدس مجلس چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش فرمائیں۔

(۴) جیسے آپ کو اپنی نعت خوانی کی داد (تعریف) و تحسین (تعریف وستائش) پر خوشی ہو، دوسرے ہمجولی (ساتھی) نعت خواں پر بھی ایسے ہی خود داد اور تحسین کے پھول برسائیں۔

آخری گزارش: نعت خوانی اور اُس کا انعقاد (منعقد کرنا) ہمارے نزدیک بہترین عبادت ہے۔ فقیر نے اِس پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اِسی لئے جیسے بن پڑتا ہے، ایسی محافل (مجالس) کا انعقاد کیجئے، نہایت ہی ذوق و شوق سے سنئے اور سنایئے۔ اگر مذکورہ بالا (اوپر بیان کی گئی) گزارشات پر عمل کریں تو سونے پر سہاگہ

---

9) یہ شعر خواجہ ہمام الدین علاء تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔(م)

10) عشق رسول کریم ﷺ از نواز رومانی، ص6، ضیاء القرآن پبلشر، لاہور، کراچی۔ پاکستان

11) یہ شعر عزت بخاری کا ہے البتہ ڈاکٹر علامہ اقبال نے اسے ارمغان حجاز فارسی میں بھی درج کیا ہے۔(م)

12) ارمغان حجاز فارسی، باب حضور رسالت ﷺ، ص27

(بہتری پر مزید بہتری) ہے، ورنہ عدمِ انعقاد سے ایسی محافل کا انعقاد ہی بہتر ہے۔ جن لوگوں کو سِرے سے ایسی محافل بدعت (دین میں نئی بات) نظر آتی ہیں، اُن کی بھی خداوندِ قدوس (پاک پروردگار) نے زبانیں بند کر رکھی ہیں، ورنہ اُن کی عادت تو بہت ہی گندی (بری) ہے۔ کسی زمانے میں اُن کے فتاویٰ (شرعی احکام) انعقادِ محفل میلاد پر یوں حرکت میں آگئے تھے۔

محافلِ میلاد پر فُضلائے دیوبند کے فتاویٰ:

(۱) فتاویٰ رشیدیہ، حصہ دوم، صفحہ ۸۳ **سوال**: انعقادِ مجلس بدونِ قیام بروایتِ صحیح درست ہے یا نہیں؟

الجواب: انعقادِ مجلسِ مولود (میلاد کی مجلس کا منعقد کرنا) ہر حال میں ناجائز (حرام) ہے۔ تداعیٰ (کسی خاص مقصد کے لیے بلانا) اَمرِ مندوب (بدعت اور ناپسندیدہ کام) کے واسطے منع ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

فائدہ: مجلسِ میلاد کو ہر حال میں ناجائز بتایا یعنی مطلقاً حرام ہے اُس کے جائز ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے جبھی تو کہا کہ ہر حال میں ناجائز ہے۔

(۲) ہر روز اعادہ ولادت (میلاد) کا تو مثل ہُنود کے سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔ (براہین قاطعہ، صفحہ ۱۴۹)

(۳) بلکہ یہ لوگ اُن لوگوں (کافروں) سے بھی بڑھ کر ہوئے۔ (براہین قاطعہ، صفحہ ۱۴۹)

فائدہ: اِن فتاویٰ (شرعی احکام) سے بھی اور زیادہ سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ عرض (گزارش) یہ کہ ایک صدی تک محافلِ میلاد (میلاد کی مجالس) کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور نجدی حکومت تو آج تک بزورِ بازو (طاقت کے ذریعے) میلاد دشمنی کا جوش و جنون (شدید ضد اور مخالفت) رکھتی ہے، جو روزِ اول (پہلے دن) سے ابلیس (شیطان) نے اُس کے دل میں تصوُّر (وسوسہ ڈال) دیا، لیکن ہوا یوں کہ

مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا[13]

الحمدللہ اہلِ سنّت کی اِستقامت (ثابت قدمی) اور اِسترِاحت (آرام و سکون) کی برکت ہے کہ آج اُلٹا محافلِ میلاد (میلاد کی مجالس) کے ساتھ محافلِ نعت (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی مجالس) بھی اتنا پُرزور (زور و شور سے) ہے کہ آسمانی مخلوق (فرشتے وغیرہ) بھی اُن محافل پر رشک کناں (حسد کرنے والے) ہیں۔

ہتھیار ڈال دئیے: اہلِ سنّت کی پامرِدی (ثابت قدمی) و استقلال (پختگی) پر داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ مخالفین نے ہزاروں حیلے (چالیں) جتن (کوششیں) کئے، شرک و بدعت (اللہ کے ساتھ شریک کرنے اور دین میں نئی باتیں گھڑنے) کے فتاویٰ کے ڈونگرے (بارشیں) برسائے، لیکن اُنہوں نے اُن کے ہر پروگرام کو ملیا میٹ (تباہ و برباد) کر کے اُلٹا اُنہیں بھی مجبور کر دیا کہ مخالفین نہ صرف ہمارے ساتھ محافلِ میلاد (میلاد کی مجالس) مناتے ہیں بلکہ اپنے طور (طریقے سے) ہم سے بڑھ کر محافلِ میلاد منعقد کرتے ہیں اور جوش و جذبے سے جلسے کرتے اور بڑے ٹھاٹھ باٹھ (شان و شوکت) سے ماہِ ربیع الاول (ربیع الاول کے مہینے) کے جلسے جلوس نکالتے ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے:

13) کلامِ اعلیٰ حضرت، حدائقِ بخشش، فصل چہارم در مُنافَحتِ اَعداء واِستِغاثت از آقا رضی اللہ عنہ، حصہ اول، ص 29، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ۔ کراچی

دورنگی چھوڑدے یک رنگ ھوجا: قارئینِ کرام! اِس اشتہار کو دیکھ کر آپ یقیناً حیران ہوں گے کیونکہ اِس پوسٹر میں مشہور دیوبندی عالم مفتی محمود کے بیٹے مولانا فضل الرحمن کی زیرِ قیادت (سربراہی) عیدِ میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جلوس کا اعلان ہے، اور اِس اشتہار کے شائع کرنے والے ڈیرہ اسماعیل خان کے دیوبندی ہیں۔ جبکہ دیوبندیوں کے نزدیک پوری دنیا میں جلوسِ میلاد (میلاد کا جلوس) ناجائز (حرام) ہے۔ ہم علمائے دیوبند سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ڈیرہ اسماعیل خان میں شریعت اور ہے اور باقی پاکستان میں اور ہے؟

علمائے دیوبند جواب دیں کہ مولانا فضل الرحمن اور ڈیرہ اسمعیل خان میں اِس جلوس کا اہتمام کرنے والے دیوبندیوں کے لئے اُن کا کیا فتویٰ ہے؟

حفظِ ما تقدم: اگر منکرینِ کمالاتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا انکار کرنے والے) اپنی گندی عادت (بری عادت) سے مجبور ہو کر اب بھی مجالسِ میلاد وغیرہ پر اشتہار بازی کرتے رہتے ہیں، لیکن اُن کی اشتہار بازی سے نہ میلاد بند ہوتے ہیں، نہ جلسے جلوس (جلوسِ میلاد) بلکہ اب محافلِ نعت (نعت کی مجالس) نے اُس کے ہوش وحواس بھی بھلا دیئے ہیں کہ تاحال (اب تک) اُس کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھائی۔ ممکن ہے کہ سوچ میں ہوں کہ ایسی محافلِ نعت پر کیسی نعت اُچھالی جائے (کیسے اعتراضات کیے جائیں)۔ فقیر اُن کے کیچڑ اُچھالنے (الزام تراشی) سے پہلے محافلِ نعت کو تحریر کے ذریعے ایسے مضبوط قلعہ میں محفوظ کر رہا ہے کہ اگر یہ محافلِ نعت کی دیوار سے ٹکرائیں گے تو خود پاش پاش (ٹکڑے ٹکڑے) ہو جائیں گے۔

اپنے منہ پر اپنا تھپڑ: منکرینِ کمالاتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم محافلِ قرأت (قرآن کی تلاوت کی مجالس) کو عین اسلام سمجھتے ہیں، اگرچہ یہ بھی بدعت (دین میں نئی بات) ہے، لیکن یہ بدعت اُنہیں نہ صرف ہضم ہو جاتی ہے بلکہ ہپ ہپ کر کے (شوق سے) نگل رہے ہیں۔ ہاں، محافلِ میلادِ شریف وغیرہ نہ صرف بدعت بلکہ کچھ اور (ناپسندیدہ) جیسا کہ فقیر نے چند عبارات اُوپر لکھ دی ہیں۔ محافلِ تجوید و قرأت (قرآن کے تجوید و قرأت کی مجالس) لوگوں نے بڑے جوش و خروش (شدتِ شوق) سے منعقد کرنی شروع کی ہوئی ہیں۔ اب بھی جب اُنہیں کہیں محافلِ میلاد و مجالسِ نعت کے خلاف آواز اُٹھانی ہوتی ہے تو اُس کا توڑ (جواب) محفلِ تجوید و حسنِ قرأت منعقد کر کے اپنے دل کی بھڑاس (غصہ) نکالتے ہیں، لیکن اُن کی برادری نے محافلِ حسنِ قرأت و تجوید کو بھی بدعت و حرام (ناجائز) کے فتویٰ سے معاف نہ کیا۔ فقیر آئندہ اوراق میں منکرینِ کمالاتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک برادری کی وہ تقریر لکھتا ہے جو محافلِ حسنِ قرأت و تجوید کو بدعت اور حرام بتاتی ہے۔ اُس کے بعد وہ جوابات اُن کی برادری کے قلم سے عرض کرتا ہے تاکہ عاشقانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے) کو تسلی ہو کہ اُن کے بغض بھرے (کینہ و دشمنی والے) نہ صرف محافلِ میلاد و مجالسِ نعت کے دشمن ہیں، وہ مخالفِ حسنِ قرأت سے بھی بغض وعداوت (دشمنی) رکھتے ہیں۔ تو جس طرح اُن کی برادری محافلِ

میلاد اور مجالسِ نعت پر اعتراضات کرتی ہے، اُن کے جوابات وہی ہیں جو اُن کی برادری کے مفتی نے محافلِ حسنِ قرأت کے لئے لکھے ہیں، اِس لئے اُن کا عنوان میں نے قائم کیا ہے۔

اپنا منہ اپنا تھپڑ: ورنہ الحمدللہ محافلِ نعت و مجالسِ میلاد کے جواز پر ہمارے علماءِ کرام کی بے شمار تصانیف موجود ہیں۔ فقیر کی تین تصنیفیں صرف محفلِ نعت پر مرتّب ہوئی ہیں:

(۱) نعت خوانی عبادت ہے　　(۲) نعت خوانی کا ثبوت　　(۳) نعت خوانی پر انعام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ، وَعَلَىٰ آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

ناظرین! ذیل کی تحریر منکرینِ محافلِ میلاد و نعت خوانی (میلاد و نعت کی مجالس کا انکار کرنے والے) کے ایک فاضل (عالم) کی ہے جس نے محافلِ حسنِ قرأت کا رونا رویا ہے، جیسے لوگ محافلِ میلاد و نعت خوانی کا رونا روتے ہیں۔ اُس نے عنوان یہی قائم کیا ہے۔ پڑھیے! وہ کیا کہتا ہے:

جشنِ نُزولِ قرآن اور مقصدِ قبولِ قرآن
ایک تبصرہ_____ایک تاثر_____ایک فریاد

(محمد اسمٰعیل سیفی، بی اے، پشاور)

اِس عبرت کدہ (سبق آموز) بستی کے مکین (رہنے والے) امن امن پکار رہے ہیں اور متلاشی (تلاش کرنے والے) سرگرداں (پریشان) ہیں کہ کہیں امن کی بارگاہ (جگہ) میں طمانیت (سکون) میں باریابی (حاصل ہونا) نصیب ہو، مگر ہر سُو (ہر جانب) لگاتار ٹھوکروں (مشکلات) کے سوا اُنہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر وہ عقلِ سلیم (صحیح عقل) کے سہارے دل کے چشم و گوش (آنکھوں اور کانوں) سے کام لیں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس (سورج سے بھی زیادہ روشن) ہو جائے کہ انسانی فطرت کے ظاہری و مخفی مقتضیات (ظاہری اور پوشیدہ تقاضے) کو اُس کا خالق (اللہ) ہی بہتر سمجھتا ہے اور قرآنِ کریم تمام بنی نوعِ انسان (تمام انسانوں) کے لئے اُس کا مقرر کردہ دستور العمل (عملی اصول) ہے۔ اُس میں قرارِ قلب (دل کا سکون) کی ودائے کمال (کمال درجے کی دولت) ہے اور اُسی میں قوموں کے عروج و زوال (ترقی و تنزلی) کا فلسفہ لایزال (ہمیشہ رہنے والا فلسفہ) ہے اور اُسی میں امنِ عالم (دنیا کے امن) کا نسخہ بے مثال ہے۔

اِن دنوں گنبدِ افلاک (آسمان کے گنبد) میں جشن کی غلغلہ اندازی (گہما گہمی) ہے۔ کُتُبِ ساویہ (آسمانی کتابوں) کی بہارِ آمد (آنے کی خوشی) ملاحظہ ہو کہ چھ چھ دن کے وقفہ میں نزولِ اجلاس (نازل ہونے کا سلسلہ) ہو رہا ہے۔ اور اس ماہِ مبارک میں، جبکہ تمام بادہ گسارانِ حق (حق کے سرمست) سرمستی و سرشاری (مستی اور خوشی) کی انتہائی بلندیوں پر ہوتے ہیں، چھ (6) رمضان کو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں میں نور افروز ہوتی ہے۔ ماہِ رمضان کو زبور حضرت داؤد علیہ السلام کے لحنِ داودی (خوبصورت آواز) میں گھولتی ہے۔ اٹھارہ (18) رمضان کو انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، پیغمبرِ آخر الزماں (نبی کریم ﷺ) کی بشارت (خوش خبری) لئے ہوئے اُترتی ہے۔ چوبیس (24) رمضان المبارک، اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) پر اللہ کے آخری کلام (قرآن مجید) کی آمد آمد کا جشنِ بہار (خوشیوں کا موسم) ہے۔[14]

14) تاريخ دمشق، حرف العين، عيسى بن المثنى الكلبي، الرقم 5518، 381/47، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع

البداية والنهاية، قصة عيسى بن مريم عليه السلام، بيان نزول الكتب الاربعة و مواقيتها، 1472/2، الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

تفسير الثعلبي، تحت سورة بقرة: آية 185، 450/4، الناشر: دار التفسير، جدة المملكة العربية السعودية

جب خاتم النبیین (آخری نبی حضرت محمد ﷺ) کو اُمُّ الکتاب (قرآن مجید) تفویض (سپرد) ہوتی ہے اور تمام اَدیانِ سابقہ (پچھلے مذاہب) معطل (منسوخ) ہو کر رہ جاتے ہیں، سب کے آخر آنا اور آخر دن تک رہنا کیا شانِ نزول (عظمت و بزرگی) ہے؟

ایک ہزار چار سو سال بیت گئے جب سے قرآن مجید ہمارا پاسبان (نگہبان) ہے اور ہم اُس کے پاسبان (محافظ) ہوئے ہیں۔ یہ چودہ صدیاں قرن ہا قرن (لمبے زمانے) کی عمر ہے۔ اُس میں کتنی حکومتیں بنیں اور کتنی ہی بگڑیں، کتنے ہی ملکوں کا ستارۂ عروج (ترقی کا ستارہ) چمکا اور کتنے ہی نظرِ تخریب (برباد) ہو گئے۔ کتنی ہی قومیں بساطِ عالم (دنیا کے نقشے) پر اُبھریں اور ختم بھی ہو گئیں۔ دنیائے علم و ادب میں کتنی ہی بہاروں کو خزاں (زوال) چاٹ گئی، جہاں دین و دانش کی قندیلیں (چراغ) بھی چمک بھڑک کر ماند (مدھم) پڑ گئیں، حتیٰ کہ ادیانِ سابقہ (پچھلے مذاہب) کی تمام کتابیں اپنی اصلیت کھو بیٹھیں۔

اِدھر اُمُّ الکتاب (قرآن مجید) نے آتے ہی اُس اکھاڑے میں خود چیلنج[15] کر دیا۔[16] بس پھر کیا تھا، طاغوت (شیطان) و ہرمن (گمراہ کرنے والے) کے لاؤ لشکر سب سے زیادہ اسُی کے جان لیوا (دشمن) ہو گئے۔ نتیجۃً (نتیجے کے طور پر) اُسے عبرت و آزمائش کے جانگل (کٹھن مرحلوں) اور انقلابیوں سے لڑنا پڑا۔ منظم سازشیں ہوئیں، دیس نکالا (جلاوطنی) ملا، کہیں مُتلاطم (طوفانی) دریاؤں میں ڈالا گیا تو کہیں بھڑکتے شعلوں کی نذر ہوا۔

جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے

اُلٹا مٹانے والے خود مٹ گئے، دوسرا ریلا (حملہ) اِس سے بھی شدید اور سنگین آیا کہ اُسی کا نام لے لے کر اُسے ختم کیا جائے۔ چنانچہ اپنوں کے بُغض (کینے) میں اور بیگانوں کے ہاتھوں لفظی ردوبدل (تبدیلی)، صوری تراش خراش (ظاہری تبدیلی) اور مصنوعی ہیرا پھیری (دھوکہ دہی) کی قلمکاریاں کی گئیں، مگر قرآن کریم نے اُن سب کی نحوست (بدبختی) اور شرارت و شیطنت (بدنیتی اور شیطانی عمل) کے طلسم (جادو) کو پاش پاش (ٹکڑے ٹکڑے) کر کے اپنی حقانیت و صداقت (سچائی) کا پرچم بلند و بالا رکھا۔

ایسا کلام جس کی زبر زیر (اعراب) سے معاملہ زیر زبر (اُلٹ پلٹ) ہو جائے، آج نقطہ بھر فرق کے بغیر جوں کا توں (ویسے کا ویسا) قائم و دائم ہے۔ اِن چودہ صدیوں کا ایک ایک لمحہ اقرار و اعتراف (تسلیم) کر رہا ہے کہ یہ لافانی (ہمیشہ باقی رہنے والا) کلام ہے۔

برصغیر کی قرآنی تاریخ میں وہ مرحلہ بہت بہجت اَگیں (خوشی بخش) تھا کہ نقشۂ عالم پر ایک ایسا ملک اُبھرا جس کا مطلب ہی "لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰهُ" بتایا گیا، یعنی جس کا نظریۂ حصولِ مقصد قبول صرف نفاذِ شریعتِ اسلامیہ تھا۔ اگر یہ بیل منڈھے چڑھی ہوتی تو آج جشنِ قرآن کا نقشہ ہی جدا ہوتا۔ مگر کلیجہ منہ کو آتا اور دل خون کے آنسو روتا ہے کہ جس قرآن کے طفیل (سبب) آزادی کا سانس لینا نصیب ہوا، اُسی کا منہ چڑایا بلکہ حلیہ بگاڑا جا رہا ہے۔ شاید یہ بھی جِدّت طرازی (نئی بات ایجاد) کا کوئی پہلو ہو کہ مُحسِن (احسان کرنے والے) کو یوں صلۂ احسان دیا جائے۔

ایک طرف جشنِ قرآن ہے اور دوسری طرف احکامِ قرآن کی تضحیک (مذاق) و توہین (بے ادبی)۔ کہیں عالمانِ قرآن مجید کے خلاف مورچہ بندی (دشمنی) ہے تو کہیں عاملانِ قرآن پر پھبتیاں (طنز)۔ چور بازاری (بدعنوانی)، رشوت ستانی (رشوت لینا) اور خونِ انسانی کی ارزانی (ستائی) ہے۔ کہیں قمار بازی (جوا) و شراب خوری ہے۔ حال یہ ہے کہ راگ رنگ کی ریل پیل (زیادتی) ہے، عُریانی (بے حجابی) و عیّاشی (فضول خرچی) و حرام کاری (ناجائز کام) کی حد ہو گئی ہے۔ یہ ہی نہیں، اور آگے چلئے! کوئی حدیثِ رسول ﷺ کی تغلیط (غلط بیانی) میں مصروف تو کوئی یارانِ نبی ﷺ پر کیچڑ اُچھالنے میں مصروف۔ ہاں ہاں! جس ملک کی اَساس (بنیاد)

---

15) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (م)

16) سورۃ الحجر: آیۃ 9

ہی اسلام ہے، وہیں محبوبانِ محبوبِ خدا کے شاتِم (گستاخ) بھی پھل پھول رہے ہیں اور تاج و تختِ ختمِ نبوّت کے سارِق (چور) بھی! پھر کیوں نہ جشنِ قرآن منایا جائے؟

نجانے حالات اور کیا کیا رنگ دکھائیں۔ یہ سلسلۂ دارز شروع دن سے روز اَفزوں (ترقی پذیر) ہے۔ اب تو نصوصِ قرآنیہ (قرآن کی نصوص) کا آپریشن ہے۔ بقولِ شخصاً (کسی کے کہنے کے مطابق)، اسلام کو ماڈرن (جدید) بنایا جارہا ہے۔ حرام کو حلال کا رنگ و روغن (بناوٹ) اور حلال کو حرام کی لی لیپا پوتی (منافقت) تو عام بات ہے۔ صلوٰۃ و سلام کا مذکور (ذکر) ہی کیا، زکوٰۃ ٹیکس ہو کر رہ گئی ہے۔ آزادی ہے تو ہر خلافِ شرع خرخشے (ناجائز کام)، بلکہ کفر و اِرتداد کی تبلیغ تک کے لئے اور پابندی ہے تو علماء و اہل اللہ اور حجِ بیت اللہ پر۔ اگر ایک طرف شراب کو رَوا (جائز) کہا جارہا ہے تو دوسری سمت سود کو حلال اور جھٹکا جائز!

پھر مسندِ حکومت (حکومت کی کرسی) پر قرآن کا اقتدار کہاں؟ ایسی حالت میں بو قلموں (رنگ برنگے) قُمقُموں (روشنیوں) کی سجاوٹ اور گوناگوں (مختلف) جھنڈیوں کی بناوٹ سے جشنِ قرآن منایا جارہا ہے۔

ناطقہ[17] سر بر گریباں ہے اسے کیا کہیے[18]

چلیے، جشن ہی سہی! ہر جشن اپنے تقاضوں کے مطابق منایا جاتا ہے۔ کاش یہ بھی مقصدِ قرآن کے مقتضیات (مطالبات) کے مطابق طے پاتا۔ جشنِ آزادی ہو تو اُسی کا ذکر و اذکار ہوتا ہے، جشنِ تمثیل (ڈرامہ) پر ڈرامے ہی ڈرامے اور جشنِ موسیقی میں سُر تال کا کمال دکھایا جاتا ہے۔ یومِ افواج پر فوجی مظاہرے اپنے جوبن پر ہوتے ہیں۔ تو کیا مشکل تھا کہ جشنِ قرآن کو قرآنی نظام رائج کرکے منایا جاتا! خیر، یہ تو ٹھہری بات، اتنا تو ممکن تھا کہ شرعی ممنوعات (حرام کردہ چیزیوں) و مَنہیات (روکی ہوئی چیزیوں) ہی کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا جاتا تو بھی قرآن کی فریاد ٹھکانے لگتی۔ یہ سینمائی لغویات (فضولیات) اور ریڈیو خرافات (بے مقصد باتیں) ہی بند رہتیں، جیسا کہ بانیِ پاکستان کے یوم پر ہوتا ہے۔

افسوس! محفلِ موسیقی کے لیے دن رات ریڈیو اسٹیشن وقف ہوتا ہے اور ڈراموں کے نشریئے (پروگرام) اور فلم ریلیز کے لیے گھنٹوں کام میں لائے جاسکتے ہیں، لیکن اِس سب سے بڑی مملکتِ اسلامیہ میں جانے یہ دیکھنا کب نصیب ہو کہ جشنِ قرآن کے لیے ریڈیو اسٹیشن وقف ہو جائے۔

اُم الکتاب کا نزول اِس لیے ہوا تھا کہ اُسے خود مانا جائے اور اقوامِ عالم کو منوایا جائے۔ ماننے اور منوانے والے ضابطۂ زندگانی کو محض منانے کی بھول بُھلیوں میں اُلجھانا خود فریبی ہے یا خدا فریبی! اِس پُر فتن دور میں قابلِ تقلید ہے متحدہ عرب جمہوریہ، جہاں سرکاری خرچ سے اَکنافِ عالم میں قُرّاء و مُبلّغین (اسلام کی دعوت دینے والے) بھجوائے گئے ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن تجوید و قرأتِ قرآنِ پاک اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لیے وقف ہے۔ لاکھوں روپے کی سرکاری گرانٹ سے ٹرانزسٹروں اور ٹیپ ریکارڈوں کے ذریعے قرآن و اسلام کی اشاعت و حفاظت کی جارہی ہے۔ عبرتناک پہلو یہ کہ وہاں سودی کاروبار قانوناً جرم ہے حتیٰ کہ بینکنگ سسٹم بلا سود ہے۔ خلافِ اسلام فرقے خلافِ قانون بھی ہیں، یہاں تک کہ فرقہ اسماعیلہ اور امّت قادیانیہ بھی خلافِ قانون ہیں۔ کفر و ارتداد کی تبلیغ پر قانونی قدغن (روک) ہے۔[19] گریجویٹ کو ڈگری تب ملتی ہے جب اسلام کا تبلیغی کورس بھی پاس کرے۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ کے تاریک براعظم میں اسلام کا نور پھیل رہا ہے اور لاکھوں انسان کفر و ضَلالت کا طوق پھینک کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں۔ یہ ہے جشنِ قرآن! یہ نہیں کہ اِن

---

17) مکمل شعر یوں ہے "خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے" (م)

18) دیوان غالب جدید المعروف نسخہ حمیدیہ، ص470، مدھیہ پردیش اردو اکادمی۔ بھوپال

19) سیکشن 298بی، سیکشن 298سی

مبارک و مقدس ایام میں بھی کج کلاہانِ مملکت (اقتدار کے حریص) کو خلافِ قرآن و سنّت عائلی قوانین ختم کرنے کی توفیق نہ ہو۔ اُلٹا تحقیقاتِ اسلامیہ کے بازار میں رونق ہو اور ایسی اندوہناکی (غم ناکی) میں قرآن پر مزید جشن کے غلاف چڑھائے جائیں۔

بایں عقل و دانش بباید گریست

ذرا ذہن و ضمیر (دل و دماغ) سے صلاح (مشورہ) لیجئے کہ جس کے انگ انگ (ہر حصے) پر وار ہو رہے ہوں، جس کی عزت و عصمت (پاک دامنی) معرضِ خطر (خطرے) میں ہو، جس کے لہولہان (خون میں بھیگے ہوئے) جسم کو ماڈرن نمک (جدید دنیا کے ظلم) سے بھی نوازا جارہا ہو، اُس کے آگے مظاہرۂ مسرت (خوشی کا اظہار) کیا معنی رکھتا ہے؟ سمجھ سے بالا (باہر) ہے کہ مبتلائے فریاد و فغاں (آہ و زاری میں مبتلا) کے ہاں کس درد کی دوا ہو سکتا ہے اور ماتم کدے (غم کی جگہ) میں جشن کس مرض کا علاج؟

زنہارازاں قوم نباشی کہ فریبند — حق را بسجودے ونبی را بدرودے[20]

اُس قوم سے خبردار (ہوشیار) رہو جو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرکے اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کے ذریعے دھوکہ و فریب (دھوکہ بازی) کرتے ہیں۔

مقامِ غور: ناظرین غور فرمائیں، یہ فریاد اُس گروہ کے ایک فریادی (شکایت کرنے والے) کی ہے جس گروہ والے قرآنی خدمات (قرآن کی خدمتیں) صرف اور صرف اپنے کھاتے (حصے) میں ڈالتے ہیں اور جو باقی دوسری جماعتوں کو حلوائی (ظاہری فائدہ اٹھانے والے) کہتے ہیں، شیدائی (محبت کرنے والے) نہیں۔ اِس سے اندازہ لگائیں کہ جس گروہ کے بعض افراد قرآن پاک کی مجالس و محافل پر اتنا فریادی ہیں، وہ محافل میلاد (نبی ﷺ کی ولادت کی محفلیں) اور مجالسِ نعت (نبی ﷺ کی مدح کی محفلوں) پر کتنا چیختے چلاتے ہوں گے، جبکہ محفلِ میلادِ پاک اُن کے کنھیا (ہندو دیوتا کرشن) کے جنم (پیدائش) سے بھی بُرا عمل ہے۔ اُس جماعت کے اُس فریادی کا جواب خود اُن کی جماعت کے مفتی نے آگے چل کر لکھا ہے۔ فقیر اُس سے پہلے محافلِ نعت پر ایک مُدلّل (دلائل سے بھرا ہوا) و مُحقّق (تحقیق شدہ) علمی مقالہ پیش کرتا ہے، جو کسی زمانے میں ہفت روزہ "الہام" بہاولپور کے نعت نمبر میں شائع ہوا۔ اِس سے فائدہ یہ ہوگا کہ دین و اسلام کے شیدائیوں (محبت کرنے والوں) کے سامنے قرآن و حدیث کے دلائل ہوں گے تو وہ یقین کریں گے کہ سیرتِ رسول ﷺ (نبی کی زندگی) کے لیے محافل و مجالس (اجتماعات) اُسی طرح عبادات ہیں جس طرح تجوید و تلاوتِ قرآن کے جلسے اور محافل عبادت ہیں۔

جب قرآن پاک کے جلسے عبادت ہیں تو صاحبِ قرآن، نبی آخر الزماں ﷺ کی سیرتِ پاک کے محافل و جلسے بدعت کیوں؟

اِس سے اُنہیں یہ بھی یقین ہو گا کہ ''مَلَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَسَادٌ'' قرآنی محافل و مجالس کو بدعت کہنے سے باز نہیں آتے تو محافلِ میلاد و مجالسِ نعت کو اگر وہ بدعت کہتے ہیں، عادت سے مجبور ہیں تو ہم بھی عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی بنیاد پر انعقادِ محافلِ میلاد و نعت پر مجبور ہیں۔

لِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ[21] مَذَاهِبُ[22] — وَكُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ[23]

---

20) کلیاتِ غالب فارسی، باب قطعاتِ غالب، قطعہ 8، 163/1، مطبع محمود پرنٹنگ پریس گلبرگ-لاہور

21) مکمل شعر اس طرح ہے ذَهَبُ كُؤُوسكَ بالمدامِ فقد أرَى ... للناسِ فيما يعشقون مَذاهِبًا (م)

22) البدور المضية فى تراجم الحنفية ، باب666، الشيخ الفاضل أحمد بن يحيي بن أبي بكر بن عبد الواحد، الإمام الأديب، أبو العبّاس، شهاب الدين الشهير بابن أبي حَجَلة، 55/4،
الناشر: دار الصالح (القاهرة مصر)، مكتبة شيخ الإسلام (دكا بنجلاديش)

23) سورة المؤمنون: آية 53

ہر گروہ جو اُن کے پاس ہے وہ اِس پر خوش ہیں کہ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ

دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے [24]

اب فقیر کا مقالہ پڑھئے نعت خوانی عبادت ہے:۔

نعت خوانی عبادت ھے: بعد حمد وثناء ہم اہلِ سنّت حضور ﷺ کی نعت کو عبادت سمجھتے ہیں اور صحابہ کرام حضور نبی پاک ﷺ کی نعت خوانی کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اُنہیں انعامات سے نوازتے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ ہوں:

(ا) حاکم [25] وطبرانی [26] نے حضرت خزیم بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں کہ

هَاجَرْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُنْصَرَفَهُ مِنْ تَبُوكَ, فَأَسْلَمْتُ فَسَمِعْتُ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ, إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَمْتَدِحَكَ, فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: " قُلْ لَا يُفْضِفِضِ اللَّهُ فَاكَ۔

قصیدہ عباسیہ:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يَخْصِفُ الْوَرَقُ ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ

أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ ۔۔۔ بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ

أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ ۔۔۔ تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ

إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ ۔۔۔ حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ

خِنْدِفٍ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ ۔۔۔ وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَ

رْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ ۔۔۔ فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي

النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: خزیم بن اوس کہتے ہیں کہ میں ہجرت کرکے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے، تو میں نے سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کررہے تھے کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں آپ کی مدح میں کچھ شعر کہوں! آپ نے فرمایا:

کہو اللہ تمہارے منہ کو بے دندان نہ کرے

(زہے نصیب اُن لوگوں کے جو آج کل شعروں میں نعت پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں) سو اُنہوں نے ایک قصیدہ (تعریفی نظم) پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پیدائش دنیا (دنیا کی تخلیق) سے پہلے ہی پاک وصاف (بے عیب) تھے، بہشتی درختوں کے سائے اور جنتی مکانوں میں، جبکہ حلے (لباس) بہشتی کے اُتر جانے سے آدم وحوا (علیہما السلام) اپنے سِتر (جسم کے پردہ) کے لیے پتے لپیٹتے تھے۔ پھر آپ ﷺ زمین پر اُترے، اور اُس وقت نہ آپ جامۂ بشریٰ (انسانی لباس) میں تھے اور نہ آپ کا گوشت کا ٹکڑا اور خون بستہ (کمزور) تھے، بلکہ نطفہ (آبِ تولید) تھے اور اُسی حالت میں نوح (علیہ السلام) کی کشتی پر سوار ہوئے، جبکہ نسر بت (ایک بت کا نام) کو لگام دیا گیا تھا اور اُس کے

---

24) کلام اعلیٰ حضرت، حدائقِ بخشش، حصہ اول، ص 157، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ۔ کراچی

25) المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنهم، ذکر اسلام العباس رضی اللہ عنه، 369/3، الحدیث 5417، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت

26) المعجم الکبیر للطبرانی، باب الخاء، خریم بن اویس بن حاثۃ بن لام الطائی، 213/4، الحدیث 4167، مکتبۃ ابن تیمیۃ۔ قاهرة

پوجنے والے غرق ہو گئے۔ اور آپ باپوں کی پشت (کمر) سے ماؤں کے رحم (بطن) میں داخل ہوتے رہے۔ جب ایک قرن (زمانہ) آپ کو ختم ہوا اور دوسرا شروع ہو گیا۔ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے نور سے زمین و آسمان منور (روشن) ہو گئے اور آپ ﷺ کی بزرگی یہاں تک ہے کہ آپ ﷺ کا شرف (عزت) بڑے بڑے عالی نسب (اعلیٰ خاندان والے) لوگوں پر بھی غالب ہو گیا۔ سو ہم آپ ﷺ کی اُسی روشنی اور نور میں ہیں اور اُسی نور کی بدولت ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں پوشیدہ (چھپے ہوئے) تھے جبکہ اُن کو آگ میں ڈالا گیا۔ بھلا وہ کیونکر (کیسے) جل سکتے تھے؟

(خصائص کبریٰ، صفحہ ۲۹)

(۲) مواہب لدنیہ[27] (۳) زرقانی[28] (۴) نسیم الریاض[29]

دیگر بکثرت محدّثین نے اپنی اصل سندات کے ساتھ اِس قصیدہ کو لکھا ہے۔

لطیفہ: ہمارے نعت خواں یا شُعراء (شاعری کرنے والے) کسی وقت صاحبِ مجلس (مجلس کے منتظم) سے نعت شریف پڑھنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ بعینہٖ (بالکل اسی طرح) یہی طریقہ خیر القرون (صحابہ کرام کے زمانہ) میں بھی تھا۔ چنانچہ طبرانی شریف (حدیث کی کتاب) میں ہے کہ راوی (بیان کرنے والا) کہتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی (درخواست کی): اتادن أَتَأْذَنُ[30] لِي أَن أَمْتَدِحَكَ؟ قَالَ: قُلِ ٱلْخ...[31]

نتیجہ: ہمارا طریقہ بحمدہٖ تعالیٰ سنّتِ نبوی ﷺ پر مبنی ہے لیکن افسوس کہ دورِ حاضرہ میں نعت خوانی کو بدعت سے تعبیر کیا جارہا ہے اور اُس کے خلاف کو سنّت۔

خرد کا نام جُنوں رکھ دیا اور جُنوں کا خرد

(۲) صحیح مسلم، صفحہ ۳۰۱ میں ہے[32] کہ حضور ﷺ نے اپنی نعت حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی اور وہ نعتیہ اشعار یہ ہیں:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا أَنَا جِبتُ عَنهُ ۔۔۔ وَعِندَ ٱللَّهِ فِي ذَٰلِكَ ٱلْجَزَاءِ

هَجَرْتُ مُحَمَّدًا أَبَرَّ ٱلتُّقَىٰ ۔۔۔ رَسُولَ ٱللَّهِ شَمِيتُ ٱلْوَفَا

(۳) شرح مواہب لدنیہ یعنی زرقانی شریف[33] میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مشرک میری ہجو کرتے ہیں آپ اُن کا جواب دیں۔ حضرت کھڑے ہو گئے اور اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ ہے:

هَلِ ٱلْمَجْدُ إِلَّا ٱلسُّؤْدُ ٱلْعَرِدُ وَٱلتَّدِىٰ ۔۔۔ وَجَاهُ ٱلْمُلُوكِ وَٱحْتِمَالُ ٱلْعَظَائِمِ

---

27) المواهب اللدنية، كتاب مغازيه و سراياه و بعوثه ﷺ، باب غزوة تبوک، 426/1، المكتبة التوفيقية، القاهرة۔مصر

28) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، كتاب المغازی، باب غزوة تبوک، 104/4، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

29) نسيم الرياض فی شرح شفاء القاضی عياض، القسم الاول، الباب الثالث، الفصل الاول، 13/3، دار الكتب العلمية، بيروت۔لبنان

30) وجت ذاک الحديث هكذا' ائذن لي أمتدحك'

31) الزرقانی علی المواهب اللدنية، تابع كتاب المغازی، غزوة تبوک، 104/4، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان

32) صحيح مسلم، كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، بَابُ فَضَائِلِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، 164/7، الحديث 2490، دار الطباعة العامرة۔ تركيا

33) شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، الفصل السابع: في مؤذنيه وخطبائه وحدائه وشعرائه، 79/5، دار الكتب العلمية

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر بچھا دیتے تھے اور کفار کی ہجو کرتے تو حضور ﷺ خوش ہو کر اُن کے لئے دعائیہ کلمات فرماتے: اے اللہ حسان کی روح القدس سے مدد کر[34]

(۵) ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مدحیہ (تعریفی) کلمات ارشاد فرمائے:

هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفِيَ وَاسْتَشْفَى[35]

(۶) حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نعت سن کر انعام میں "شیریں" نامی کنیز جو آپ کی ساتھی تھی عطا فرمائی۔

(۷) حضور نبی پاک ﷺ کو سیّدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قصیدہ "بانت سعاد" کے انعام میں ایک چادر مبارک عطا فرمائی جسے بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ورثہ سے زرِ کثیر انعام دے کر تبرک (برکت) کے طور پر حاصل فرمائی۔[36]

(۸) تفسیر قرطبی[37] میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں ایک شعر عرض کیا:

جَاءَتِ ٱلسُّخْنَةُ كَٱلَّتِي تُغَالِبُ رَبَّهَا: وَلِيَغْلِبَنَّ مُغَالِبَ ٱلْغَلَابِ

حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ مَدَحَكَ ٱللَّهُ تَعَالَىٰ يَا كَعْبُ فِي قَوْلِكَ هَذَا

اے کعب تیرے اِس شعر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیری مدح فرمائی ہے۔

شرح شعر مذکور: سخینہ بروزن سفینہ اِس سے قریش مراد ہیں۔ دراصل سخینہ اُس طعام کو کہا جاتا ہے جو آٹے سے تیار کیا جائے۔ (المنجد) چونکہ قریش اُسے بکثرت استعمال کرتے اِس لئے اِس نام سے موسوم ہوئے "لیغلبن" بصیغہ مجہول، "مغالب" بصیغہ اسم فاعل "الغلاب" بصیغہ مبالغہ۔

ترجمہ: قریش آئے تاکہ اپنے رب پر غلبہ پائیں لیکن ہر غلبہ کرنیوالا بڑے غالب سے مغلوب ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے۔

(۹) ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت کعب سے فرمایا:

إِنَّ ٱللَّهَ تَعَالَىٰ لَمْ يَنْسَ ذَٰلِكَ لَكَ (تفسیر در منثور، جلد ۵، صفحہ ۲۴۰) یعنی بے شک اللہ تیرے اِس شعر کو نہیں بھولے گا۔

(۱۰) خصائص کبریٰ،[38] مواہب لدنیہ[39] اور شرح زرقانی[40] اور دلائل النبوة للبیہقی (جلد ۲، صفحہ ۱۶۴) میں ہے[41] کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں نابغہ جعدی نے دوسو (۲۰۰) اشعار کا قصیدہ پیش کیا، اُن میں دو شعر یہ تھے:

---

34) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب الملائکة، 287/5، حدیث 3214، دار التاصیل

35) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، ص 1010، حدیث 2490، بیت الافکار الدولیة للنشر و التوزیع

36) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، تابع کتاب المغازی، باب هدم صنم طیئ، 61/4 دار الکتب العلمیة، بیروت۔لبنان

اسد الغابة فی معرفة الصحابة، تذکرة کعب بن زہیر، 451/4، دار الکتب العلمیة، بیروت۔ لبنان

تاریخ ابن خلدون، باب حصار الطائف و غزوة تبوک، 467/2، دار الفکر ۔ بیروت

37) تفسیر القرطبی، تفسیر سورة الشعراء، تحت الآیات 224 الی 227، 153/3، دار الکتب المصریة۔القاهرة

38) الخصائص الکبریٰ، ذکر المعجزات فِي إِجَابَةِ الدَّعَوَاتِ مِمَّا لم يتقدَّم ذكره، 282/2، دار الکتب العلمیة بیروت

39) المواهب اللدنیة، المقصد التاسع فی لطیفة من عبادته، النوع السابع من عبادته فی ذکر نبذة من ادعیته و اذکاره و قراته، 524/3، المکتبة التوفیقیة، القاهرة مصر

40) الزرقانی علی المواهب اللدنیة، تابع المقصد التاسع، النوع السابع، 34/12، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان

41) دلائل النبوة للبیهقی، بَابُ مَا جَاءَ فِي دُعَائِهِ لِنَابِغَةَ وَإِجَابَةِ اللَّهِ تَعَالَى لَهُ فِيمَا دَعَاهُ بِهِ، جُمَّاعُ أَبْوَابِ دَعَوَاتِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم، 232/6، دار الکتب العلمیة، دار الریان للتراث

بَوَادِرُ تُحْمِي صَفْوَهُ إِنْ يُكَدِّرَا　　وَلَا خَيْرَ فِي حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ

حِلْمٌ إِذَا مَا أَوْرَدَ الْأَمْرَ أَصْدَرَا　　وَلَا خَيْرَ فِي عِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ

اِس پر نبی پاک ﷺ نے فرمایا: لَا يَفْضُضُ اللّٰهُ فَاكَ، وَلَا يَسْقُطُ اللّٰهُ أَسْنَانَكَ، وَلَا يَسْقُطُ اللّٰهُ أَسْنَانَ فِيكَ

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔

ترجمہ اشعار: اس حوصلے میں بھلائی نہیں جس میں حدّتِ غضب (غصے کی شدت) سے بچانے کی تدبیر نہ ہو، یعنی جو اُس کے ساقی (پیش کرنے والے) کو کچھ درد ہونے سے محفوظ نہ رکھ سکے، اور اُس علم میں خیر نہیں جو علم والا حلیم (بردبار) نہ ہو کہ کوئی امر پیش آئے اور وہ اپنے آپ کو ہلاکتوں سے نہ بچا سکے۔

معجزہ یا برکت از ارشادِ نبوی: راوی کہتا ہے کہ باوجودیکہ سو (۱۰۰) برس سے زیادہ اُن کی عمر ہوئی مگر دانت اُن کے سب سے اچھے تھے، اور کوئی دانت اگر اُن کا گرتا تو اُس کی جگہ دوسرا دانت نکل آتا۔ کرز ابن اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے نابغہ (ایک مشہور شاعر) کے دانت دیکھے جو موتیوں سے زیادہ سفید تھے۔ یہ حضور ﷺ کی دعا کا اثر ہے۔

نابغہ کی عمر کی تحقیق: اصابہ میں لکھا ہے[42] کہ نابغہ کی عمر میں اختلاف ہے۔ حاکم نضر بن شمیل سے روایت کرتے ہیں اور وہ منتجع اعرابی (دیہاتی عرب) کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے ملاقاتیوں میں سب سے بڑی عمر والے نابغہ جعدی تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ ایامِ جاہلیت (اسلام سے پہلے کے زمانہ) میں تمہاری عمر کتنی گزری ہے؟ کہا: دووار (مرتبہ)۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مراد اُس سے دوسو برس ہیں، اور اصمعی (ایک معروف لغوی) کہتے ہیں کہ نابغہ دوسو تیس برس زندہ رہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال اصفہان (ایران کے ایک شہر) میں ہوا اور اُس وقت اُن کی عمر دوسو تیس (۲۳۰) برس تھی۔

سوال: اشعار میں تو علم و حلم کے فضائل کا بیان ہے اور تم نعت خوانی کا ثبوت پیش کر رہے ہو تمہارے مضمون سے یہ دلیل مطابقت نہیں رکھتی۔

جواب: اگرچہ وہ مضمون جس پر حضرت نے خوش ہو کر دعا دی، ایک عام بات ہے کہ حلم (بردباری) کو غضب (غصہ) اور علم کو حلم ہونا چاہیے، لیکن چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات واضح تھی کہ یہ صفات جیسی کمال کے ساتھ حضور ﷺ سے ظاہر ہوتی ہیں، ویسی کسی اور سے نہیں ہوتیں۔ اِس لیے شاعر نے اگرچہ صراحتاً (واضح طور پر) کسی مِصداق (مثال) کا ذکر نہیں کیا، لیکن اس سے مقصود رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف ہی تھی، جو کہ "اَلْكِنَايَةُ أَفْصَحُ مِنَ الصِّرَاحَةِ"[43] (کنایہ صراحت سے زیادہ فصیح ہوتا ہے) کے مطابق بیان ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ دونوں شعروں میں حضور ﷺ کی نعت ایسے طور پر ہوئی کہ گویا اُن صفات میں کوئی حضور ﷺ کا شریک نہیں۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ　　فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ[44]

حضور ﷺ اپنے محاسن (خوبیوں) میں شریک نہیں رکھتے اور آپ کے حُسن کا جوہر (خوبصورتی کا کمال) کبھی تقسیم نہیں ہو سکتا۔

ابن رواحہ شاعر و صحابی کو نبوی انعام: حدیثِ صحیح میں وارد ہے:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَابْنُ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ:

---

42) الاصابة، ذکر النابغة الجعدی، 309/6، دار الکتب العلمية بيروت

43) مفتاح العلوم، القانون الاول، الفن الرابع، الفصل الاول، ص286، دار الکتب العلمية، بيروت لبنان

44) قصیدہ بردہ شریف مترجم، تیسری فصل، شعر نمبر 42، ص30، مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ

خَلُّوا بَنِي ٱلْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ ٱلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَىٰ تَنْزِيلِهِ

ضَرْبَ يُزِيلُ ٱلْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ ٱلْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

فَقَالَ عُمَرُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ وَفِي حَرَمِ ٱللَّهِ تَقُولُ شِعْرًا، فَقَالَ لَهُ ﷺ: خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ، فَلَهِيَ أَسْرَعُ فِيهِمْ مِنْ نَضْحِ ٱلنَّبْلِ[45]. كِتَابٌ فِي ٱلْمَوَاهِبِ ٱللَّدُنْيَهِ[46] وَشَرْحُهُ لِلزُّرْقَانِيِّ[47]

یعنی مواہب لدنیہ اور اُس کی شرح زرقانی میں روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب حضور ﷺ عمرۂ قضا[48] کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو اُس وقت یہ حالت تھی کہ حضرت محمد ﷺ کے آگے آگے اِبنِ رواحہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے جس کا یہ ترجمہ ہے:

ہٹوائے اولادِ کفار حضور ﷺ کے راستہ سے! آج ہم تم کو حضور ﷺ کی کتاب (قرآن) کے حکم سے وہ ماریں گے کہ سروں کو گردنوں سے جدا کردے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے اِبنِ رواحہ! رسول اللہ ﷺ کے روبرو (سامنے) اور حرم (مقدس مقام) میں تم یہ اشعار پڑھتے رہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ ان کے اشعار کفار کے دلوں میں تیر سے جلد تر (زیادہ تیزی سے) سرایت کرتے ہیں۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکنا مسئلہ کی توضیح (وضاحت) کے لئے تھا کہ کوئی آئندہ جرأت نہ کرسکے کہ اشعارِ نعتیہ (نبی ﷺ کی تعریف پر مبنی اشعار) ناجائز ہیں۔

پھر حضور ﷺ نہ صرف اجازت بخشتے ہیں بلکہ اُس کے فوائد (فائدے) بھی بتاتے ہیں کہ یہ اشعار کفار کے دلوں میں تیر سے زیادہ سرایت (اثر) کرجاتے ہیں۔ کچھ آج کل بھی یہی حالت ہے کہ جب ہم نعت خوانی کرتے ہیں تو بعض دلوں کے زخم پھٹنے لگ جاتے ہیں جس کا اثر یوں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بدعت (نئی بات) ہے۔

دربارِ رسالت میں محفلِ نعت کا ایک خوبصورت منظر: سہروردیہ سلسلہ کے بانی سیّدنا شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ سمندر کے کنارے جدہ کی جامع مسجد میں معتکف (اعتکاف کرنے والے) تھے۔ ایک دن اُنہوں نے مسجد کے ایک گوشے (کونے) میں کچھ لوگوں کو اشعار پڑھتے دیکھا، یہ بات اُنہیں ناگوار (بری) محسوس ہوئی اور اُنہوں نے اپنے دل میں کہا: خدا کے گھر میں یہ لوگ شعر پڑھ رہے ہیں

اُس کے بعد خواب میں اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت (دیدار) کی اور دیکھا کہ مسجد کے اُسی گوشہ میں حضور ﷺ تشریف فرماہیں اور آپ ﷺ کے پہلو (ساتھ) میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ اشعار پڑھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ اُنہیں بغور (توجہ سے) سماعت فرمارہے ہیں (سن رہے ہیں)۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک (مقدس ہاتھ) اِس طرح سینہ پر رکھا ہوا ہے، جس طرح کوئی وجد (روحانی کیفیت) کی حالت میں اپنے سینہ پر رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر اُس بزرگ نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے مناسب نہیں تھا کہ اُن لوگوں سے اظہارِ بیزاری (ناراضگی ظاہر) کرتا جو مسجد کے اُسی گوشہ میں شعر سنا رہے تھے، جبکہ

---

45) سنن الترمذی, ابواب الادب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم, باب ماجاء فی انشاد الشعر, 529/4, الحدیث 2847, دار الغرب الإسلامي – بیروت)

سنن النسائی, کتاب مناسک الحج, باب انشاد الشعر فی الحرم و المشی بین یدی الامام، 345/5, الحدیث 2873, دار الرسالۃ العالمیۃ

46) المواہب اللدنیۃ, کتاب مغازیہ و سرایاہ و بعوثہ ﷺ, باب عمرۃ القضاء, 355/1, المکتبۃ التوفیقیۃ, القاہرۃ مصر

47) الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ, تابع کتاب المغازی, باب عمرۃ القضاء, 318/3, دار الکتب العلمیۃ

48) عمرۂ قضا: وہ عمرہ جو صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال بطور قضا ادا کیا گیا۔ (نوری)

رسول اللہ ﷺ بھی سن رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ بزرگ کا کہنا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ اشعار سنتے ہوئے فرمارہے تھے: یہ بر حق بحق یا حق از حق ہے (49) (عوارف المعارف)

شعر سننے کا ذوق (شوق) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں تھا، اکثر صحابہ شعر بھی کہتے تھے۔ "ارمغانِ نعت" میں ۲۲ صحابہ شُعراء کا کلام نمونہ (مثال) کے طور پر شائع کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام شعر خوانی کے لئے اجتماع بھی کرتے تھے۔

شبلی نعمانی کی مشہور کتاب "الفاروق" میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شُعراء کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور بعض شُعراء کے وظائف مقرّر کررکھے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات گئے تک شعر سنتے رہے پھر ارشاد فرمایا کہ "شعر خوانی بند کردو اب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا وقت ہے۔" اور ایک موقع پر فرمایا: "شعر پڑھنا بند کرو اور تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوجاؤ۔"

فوائد نعت شریف: اچھی آواز بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام (نعمت) ہے۔ اِس سے دل و دماغ بہت جلد متاثر ہوتے ہیں اور روح کیف و سرور (خوشی ولذت) میں ڈوب جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام مناسب خوش الحانی (خوبصورت آواز) سے زبور وغیرہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ بہت سے انسان، جنات اور پرندے اُن کی آواز پر جمع ہوجاتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں فرمایا کہ اُنہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی مزامیر (خوبصورت آوازوں) سے ایک مزمیر (آواز کا خوبصورت حصہ) دیا گیا ہے۔ (50) (عوارف المعارف)

فاضلِ بریلوی: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ پیدا ہو تو خوش الحان (میٹھی آواز والے) نعت خوانوں سے حضور ﷺ کی نعتیں سنو۔"

نعت خوانی پر انعامِ نبوی: حضرت محمد ابو المواہب شاذلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے مجلس میں یہ نعت پڑھی:

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَبَشَرٍ   بَلْ هُوَ يَاقُوتٌ بَيْنَ الْحَجَرِ (51)

یعنی پیارے محمد ﷺ بشر ہیں لیکن حضور ﷺ کی مِثل کوئی بشر نہیں، آپ ﷺ تو ایسی شان والے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت۔

تو مجھے نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: "قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ، وَلِكُلِّ مَنْ قَالَهَا مَعَكَ"

یعنی اللہ نے تجھے اور تیرے ساتھ جتنے یہ نعت شریف پڑھنے والے تھے سب کو بخش دیا۔

اُس کے بعد حضرت ابو المواہب اپنے آخری دم تک یہ نعت شریف پڑھتے رہے۔ (52) (طبقاتِ الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۶۹)

فائدہ: اِس سے ہماری محافلِ نعت کا وہ طریقہ خوب ثابت ہوتا ہے کہ جس میں ہمارا نعت خواں (نعت پڑھنے والا) اپنی نعت خوانی میں سامعین (سننے والوں) کو بعض اشعار میں اپنے ساتھ کرلیتا ہے۔ اِس سے ہم سب کو اِس طرح صلہ (انعام) نصیب ہونے کی اُمید ہوتی ہے جیسے شاذلی مرحوم کو نصیب ہوا۔

---

49) عوارف المعارف مترجم، ص349، باب نمبر 25 سماع کے آداب، پروگریسو بکس-لاھور

50) عوارف المعارف مترجم، ص228، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز

51) افضل الصلوٰۃ علی سید السادات، باب فضائل درود، ص150، مکتبہ نبویہ، لاہور
الطبقات الكبرى المسماة لواقح الأنوار في طبقات الأخيار، باب فضائل درود، ص387، دار الكتب العلمية بيروت، 2018م

52) الطبقات الكبرى المسماة لواقح الأنوار في طبقات الأخيار، باب فضائل درود، ص387، دار الكتب العلمية بيروت، 2018م

بہر حال نعت خوانی (نعت پڑھنا) ایک عبادت ہے، اُسے بدعت (دین میں نئی بات) سمجھنا یا کہنا بد بختی ہے۔ غلط شاعروں یا لالچی نعت خوانوں اور اُن کے غلط کردار کا سہارا لے کر (نعت خوانی کو) ناجائز قرار دینا اسلام کے نام کا منہ چڑانا (بے ادبی کرنا) ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں شیخ سعدی کے ذیل کے شعر پر زندگی گزارنے کا موقع نصیب ف

زباں تابود درد ھاں جائگیر   ثنائے محمد بود دل پذیر [53]

زبان جب تک منہ میں ہے ہمیں تو رسول اللہ ﷺ کی ثناء خوانی چاہیے۔

محفلِ نعت پر اعتراضات کا خلاصہ: یہاں پر مخالفین کی طرف سے اُن تمام اعتراضات کا خلاصہ ذہن نشین فرمائیں جو اُنہوں نے محفلِ نعت پر اُٹھائے ہیں، اِس طرح جوابات سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

(۱) محافلِ نعت بدعت ہیں، نہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی محفلیں کیں اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بدعت ابھی چند سالوں سے اُبھری ہے۔

(۲) بعض نعت خواں حضرات ایسا دقیق (گہرا اور مشکل) کلام پڑھتے ہیں جو عوام کی سمجھ سے بالاتر (سمجھ سے باہر) ہوتا ہے، پھر ایسی محافل (مجالس) کا کیا فائدہ؟

(۳) ہر نعت خواں ایک دوسرے سے بڑھنے چڑھنے کے تصور میں ہوتا ہے یہ عبادت تو نہ ہوئی اِس سے ثواب کے بجائے گناہ ہو گا۔

(۴) اتار چڑھاؤ (آواز کی اونچ نیچ) نعت خوانوں کا کس سے مخفی (چھپا ہوا) ہے؟ یہ تو گانے ہوئے، نعتیں تو نہ ہوئیں، بلکہ اکثر نعت خواں فلمی گانوں کی طرز (انداز) پر گاتے ہیں۔ یہ محافلِ نعت نہ ہوئیں، بلکہ گانے کی محفلیں ہوئیں۔

(۵) محافل نعت رِیا (دکھاوا) ونام ونمود اور شہرت پر مبنی ہیں۔ اعتبار نہ آئے تو ہر صاحبِ محفل کا طرزِ طریقہ (انداز) دیکھ کر خود انصاف کر لو۔

(۶) دعوتیں دینا، کارڈ گھر گھر پہنچانا، اعلانات بذریعہ اخبارات، ریڈیو اور اشتہارات و منادی (آواز لگانا) یہ سب شرعاً ناجائز ہے۔ اِسے شرعی اصطلاح میں تداعی (بلانا) کہا جاتا ہے۔ یہ صرف فرائض (فرض اعمال) کے لئے ہے اور بس، سُنن (سنتیں)، نوافل (نفلی عبادات) اور مستحبات (پسندیدہ اعمال) کے لئے تو بالکل ناجائز ہے اور یہ محافل تو ویسے ہی بدعات (نئی باتیں) ہیں۔

(۷) چراغاں، گیٹ، جھنڈیاں، اسٹیج، صدر، اُچھل کود، واہ واہ، دوسروں کے آنے جانے نعت خوانوں کی نعت پر نعرہ بازی وغیرہ وغیرہ۔

(۸) نعت خوانوں پر پیسے نچھاور کرنا، پھر بعض کو جاتے وقت بھاری نذرانے (تحفے) دینا، یہ اجر و مزدوری (کام کی اجرت) میں داخل ہے اور اجر و مزدوری عبادت میں لینا دینا حرام ہے۔ بقول شما (آپ کے مطابق) نعت پڑھنا، سننا عبادت ہے تو پھر اُس میں لینا دینا کیسا وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ جوابات

(۱) محفلِ نعت کو بدعت کہنا مخالفین کی پرانی عادت (روایت) ہے۔ جب فقیر اُویسی غفرلہ اُسے دلائل سے ثابت کر چکا ہے کہ نعت پڑھنا سننا عبادت ہے تو پھر اُسے بدعت کہنا عجیب ذہنیت ہے۔ ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے، تو یہ بھی اُن کا دھوکہ ہے، اِس لئے کہ کون سی ایسی عبادت ہے جس میں طریقے بدعت نہیں ہیں۔ مثلاً مسجد بنانا عبادت ہے، لیکن جدید طریقے بدعت ہیں۔ اِسی لئے حضور ﷺ نے کس طرح مسجد بنوائی اور اب تک اُس کے کتنے طریقے بدلے ہیں۔ اگر کوئی شخص مسجد کا نیا ڈیزائن تیار کرتا ہے جو اُس سے پہلے سالوں تک کسی مسجد کا نہیں ہے، تو کیا اُس مسجد کو بدعت سمجھ کر گرا دیا جائے گا

53) کریما سعدی، ص 2، در ثنائے پیغمبر ﷺ، مکتبہ قادریہ۔ لاہور

یا اُسے اسلامی مہارت کا کمال سمجھ کر داد دی جائے گی؟ ایسے ہی نعت سرورِ کون و مکاں (جہانوں کے سردار) ﷺ کی سیرت پاک کے اظہار (بیان) کا نام ہے، اس کے طریقے تبدیل ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ اُس میں سوائے ابلیس کے سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں۔

(نمبر ۲ تا نمبر ۸) تمام سوالات کے جوابات بلکہ اُن کے سوا اور بھی کئی جوابات مفتی جمیل احمد تھانوی دیوبندی کی تحریر سے سمجھئے جو اُس سے اُس کی برادری کے ایک فرد نے محفلِ نعت کے رنگ میں محفلِ تجوید و قرأت دیکھی تو چیخ پڑا۔ مفتی جمیل احمد دیوبندی کے جوابات اگرچہ ہمارے لئے حجّت نہیں لیکن ایک حد تک مخالفین کے منہ بند کرنے کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کام ضرور آئیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دندانِ شکن جوابات عرض کرے گا جو اُنہیں مدتوں تک یاد رہیں گے۔

ناظرین! مندرجہ ذیل مضمون "مخالفین نعت خوانی اور محافل میلاد" کے ایک مفتی کا ہے جس نے مجالس و محافلِ حسن قرأت و تجوید کے مُعترِض (اعتراض کرنے والے) کے سوالات کے جوابات تحریر کئے جو بعینہٖ محافلِ نعت خوانی پر اعتراضات کے جوابات بھی بن سکتے ہیں۔ مفتی جمیل احمد تھانوی کی تحریر بعنوان

عالمی مجلس قرأت
(اعتراضات وجوابات)

بِسمِلًا وَحَمْدًا وَمُصَلًّی وَسَلَامًا

فروری ۱۹۶۶ء میں جو جامعہ قاسمیہ کراچی کی مَساعیٔ جمیلہ (اچھی کوششوں) سے حجاز، عراق، مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ کے قاری صاحبان کی تشریف آوری کی مناسبت سے پاکستان کے کئی شہروں میں عالمی مجلس قرأت منعقد ہو چکی ہے۔ بہت سے لوگ براہ راست اُس سے اور پھر اُس کی نقل بذریعہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ سے مستفید ہوئے اور برابر ہوتے رہتے ہیں، بلکہ بہت سے لوگ تو اُس سے اپنے ایمان میں ایک تازگی محسوس کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض تعلیم یافتہ حضرات کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات سامنے آئے ہیں۔ اب تک جو اعتراضات سامنے آئے ہیں، اُن کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱: قرآن شریف کے مقاصد، معانی اور احکام ہیں۔ بغیر معانی کے صرف الفاظ کو اور پھر الفاظ کی بھی صرف عمدہ ادائیگی کو کوئی خاص حیثیت حاصل نہیں۔ اِسی لیے مجلس قرأت کو یہ غیر معمولی اہمیت دینا اسلامی شان کا کام نہیں ہو سکتا۔

جواب: یہ خیال غلط ہے، قرآن مجید الفاظ و معانی دونوں کا نام ہے۔ صرف معانی واحکام کو ہی مقصود اور الفاظ کو غیر مقصود قرار دینا صحیح نہیں اِس کو "قُرْآنًا عَرَبِيًّا"[54] یعنی عربی قرآن فرمایا ہے، وہ عربی عبارت کے عربی الفاظ قرآن میں ہیں۔ حضور ﷺ کے فرائض میں ارشاد ہے:

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ[55]

یعنی لوگوں پر قرآن مجید کی آیتوں کو بھی تلاوت فرماتے ہیں اور اُن کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

تلاوتِ الفاظ بھی حضور ﷺ کا ایک فریضہ ہے اور تعلیمِ احکام بھی۔ ہر ہر حرف کے پڑھنے اور سننے پر دس دس نیکیاں ملنا بغیر معنی سمجھے یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے۔

---

54) سورة طٰه: آیت 113

55) سورة البقرة: آیت 129

لہٰذا قرآن مجید کا ہر لفظ اور ہر حرف مقصود ہے، جیسے اُس کے معانی واحکام کی حفاظت اور اُن پر عمل کرنا فرض ہے، ویسے ہی اُس کے ہر لفظ اور حرف کی صحیح ادائیگی اور اُس کی تلاوت بھی فرض ہے۔ ہر ہر حرف عربی ہے اور اُسے عربی طریقے سے اُس کے مَخرج اور صِفات کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ حرف اپنی اصل حالت میں نہ رہے گا بلکہ کوئی اور شکل اختیار کرلے گا۔ ایسی صورت میں اُس کو خدائی کلام کہنا اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے کے مُترادف (برابر) ہوگا اور اُس کے معانی میں خلل واقع ہو کر بعض اوقات احکام میں بھی تبدیلی اور تحریف کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

مثلاً "قَال" (کہا یا فرمایا) کو "کال" (ناپ دیا) پڑھنے سے لفظ اور مفہوم دونوں میں بڑی زبردست تبدیلی آجاتی ہے۔ اب اگر اُسے قرآن مجید کا لفظ اور اُس کا مفہوم قرار دیا جائے تو یہ خدائے لَم یَزَل پر تہمت اور اُس کے کلامِ بے مثال کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

بلکہ حرکات (زبر، زیر، پیش) میں معمولی تبدیلی سے بھی بعض اوقات سنگین تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں، جو کبھی کبھار کفریہ کلمات تک پہنچا دیتی ہیں۔ مثلاً لفظ "الله اكبر" میں تین زبر ہیں۔ اگر کسی زبر کو کھینچ کر وہاں الف کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ کفریہ کلمہ بن جائے گا اور اُس سے نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔[56] اگر پہلے الف کے زبر کو بڑھا کر "آلله" پڑھا جائے تو معنی بنے گا "اللہ سب سے بڑے ہیں" جو کہ درست عقیدہ کے خلاف ہے۔ اِسی طرح "ب" کے زبر کو کھینچ کر "اكبار" پڑھنے سے معنی یہ ہو گا کہ "اللہ اکبار ہیں"، حالانکہ "اكبار" شیطان کا نام بھی ہے اور "كِبر" (تکبر) کی جمع یا "ڈھول" کے معنی بھی رکھتا ہے۔ اِس صورت میں اگرچہ کفریہ معنی نہ ہوں، لیکن نماز ضرور فاسد ہو جائے گی۔[57]

اِس لئے قرآن مجید کے ہر حرف و حرکت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا فرض ہے جو طریقہ سند (ثبوت) کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ہے اُس کو ہرگز ہرگز ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا۔ صرف ترجمہ رَٹ لینا اور لفظ غلط پڑھنا قرآن مجید نہیں ہو سکتا بلکہ خدا تعالیٰ پر اُس غلط کی تہمت بن کر اُلٹا گناہ کا سبب ہو سکتا ہے کیونکہ قرآنی لفظ تو صحیح ہے، یہ نہیں ہے جو غلط ہم نے ادا کیا، اور ترجمہ خدائی کام ہی نہیں بلکہ انسان کا سمجھا ہوا مفہوم ہے اور وہ بھی اُسی کی مطابقت سے صحیح ہو گا ورنہ غلط ہو گا۔

پھر اَحادیثِ شریفہ میں قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنے کی کافی جگہ تاکید[58] آئی ہے[59] اور خوب عرب یعنی عربی لہجوں میں پڑھنے کی ہدایت[60] اور عجمی لہجوں کی ممانعت ہے،[61] اِس لئے حروف کو مخارجِ صحیحہ سے پوری صفتوں کے ساتھ صحیح حرکتوں سے عربی لہجوں میں خوش آوازی سے ادا کرنا سب نہایت اہم باتیں، دین کا جزو (حصہ) اور ایک اسلامی فریضہ ہے، ان کو ناقابل اہتمام قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

ہاں، احکامِ الٰہی کا حاصل کرنا اور پوری طرح حاصل کرنا، ظاہر و باطن، مقدم و مؤخر (پہلے اور بعد کے احکام)، ناسخ و منسوخ (منسوخ کرنے والے اور منسوخ ہونے والے احکام)، اشارات وصَراحت (اشارے اور واضح احکام) سے حاصل کرنا، تفسیراتِ نبویہ (نبی ﷺ کی وضاحتوں) سے اُن کو سمجھنا یہ الگ ایک فریضہ ہے۔ ایک کی اہمیت کے پیشِ نظر دوسرے کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا صحیح طریقہ نہیں کہا جا سکتا، بلکہ نہ اوّل (پہلا) بغیر دوسرے کے کامل ہے اور نہ دوسرا بغیر اوّل کے کامل

---

56)حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب آداب الصلاة، 259/3، دار الثقافة و التراث، دمشق۔سورية

57)حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب آداب الصلاة، 259/3، دار الثقافة و التراث، دمشق۔سورية

58) آقاءِ دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ" جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں (م)

59)صحيح البخاری، كتاب التوحيد، 409/10، الحديث 7523، دار التاصيل

60) آقاءِ دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَقْرَؤُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونَ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالْكَبَائِرِ." قرآن، عربی لہجے اور عربی آواز سے پڑھا کرو اور اہل عشق اور یہود و نصاریٰ کے لہجوں سے بچو (م)

61)شعب الايمان للبيهقى، باب تعظيم القرآن، فصل فى ترك تعمق فى القرآن، 208/4، الحديث 2406، مكتبة الرُشد

ہوسکتا ہے۔دونوں میں سے ہر ایک مقصود بھی ہے، قابلِ قدر و حفاظت بھی، اور بے قابلِ اہتمام (نظر انداز کرنے کے قابل) بھی نہیں ہے، اور ہر ایک کا فریضہ بھی ہے۔ایک فریضہ یہ ہے اور دوسرا فہمِ احکام ہے جس کو فقہ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے، لہٰذا اس سے بھی بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں ہے، جیسے احکام سے بے پروائی ٹھیک نہیں۔اِس میں کوئی شک نہیں کہ احکام کی تنقید (جانچ) اور عمل پر بے انتہا زور دینے کی ضرورت ہے، مگر اِس کا یہ مطلب قرار دینا صحیح نہ ہوگا کہ الفاظ و حروف و حرکات کو غلط ملط (گڈمڈ) کر کے تلاوت کی گنجائش ہو۔

اعتراض نمبر ۲: ایسی مجلسوں میں ہر قاری (تلاوت کرنے والا) دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عمدہ پڑھنے کی کوشش اور اُسی کا مظاہرہ (دکھاوا) کرتا ہے۔اِس لیے یہ ایک رِیا (دکھاوا) ہے جو گناہ ہے، ثواب کا کام نہیں ہے، بلکہ ریا کو حدیث شریف میں شرکِ خفی (چھپا ہوا شرک) فرمایا گیا ہے۔اِس لیے یہ مجلسیں ریاکاری یعنی شرکِ خفی کی مجلسیں ہوئیں۔ان کو دین اور ثواب کے کام کی مجلس قرار دینا درست نہیں ہے۔

جواب: رِیا (دکھاوا) اور نمود و نمائش کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور نیت دل کی کیفیت ہے[62] جس کا علم دوسروں کو نہیں ہو سکتا۔یہ تو خود پڑھنے والے کو دیکھنا ہے کہ اُس کی نیکی ثواب کی نیت سے ہے یا کسی دینی خدمت کی نیت سے، یا محض یہ ہے کہ لوگ اُس کی تعریفیں کریں اور عزت و احترام سے پیش آئیں۔اگر اپنی تعریف و احترام کی خواہش سے ہی پڑھنا ہے تو یہ ریا ہے، گناہ ہے، اور خود اُس کو ثواب نہیں ہوگا۔

(۲) اگر نیت ثواب کی اور قرآن مجید کی عظمت کے اظہار کی ہے تو ثواب کی بات ہے ریا نہیں ہے۔

(۳) اور اگر دکھا کر (ظاہراً) ہی سہی، مسلمانوں کے دل خوش کرنے کی نیت ہے تو یہ بھی کارِ ثواب (نیکی کا کام) ہے۔اگرچہ حدیث سے ایسے واقعات ثابت نہیں، پھر بھی یہ ریا (دکھاوا) نہیں ہے۔

(۴) اگر لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے بھی اِس نیت سے ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں قرآن شریف کی عظمت پیدا ہو اور اس کی طرف رغبت، شوق اور جذبہ خلوص و محبت متوجہ ہو جس سے سب کو خوش آوازی کے ساتھ ساتھ صحیح صحیح پڑھنے کا شوق پیدا ہو جو شریعت میں پسندیدہ ہے تو اِس نیت سے خوش آوازی سے پڑھنا ریا نہیں ہے بلکہ دینی خدمت ہے۔

اِن چار طرح کی نیتوں (ارادوں) میں سے صرف ایک ریا (دکھاوا) ہے اور باقی تین کارِ ثواب (نیکی کے کام) ہیں۔یہ نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ قاری صاحبان پہلی نیت ہرگز نہ رکھیں، بلکہ دوسری، تیسری اور چوتھی نیت اختیار کریں۔لیکن خود ہی یوں طے کر لینا کہ اُن کی نیت ریاکاری کی ہے، یہ سخت حملہ (الزام) ہے اور مسلمان کے ساتھ بدگمانی (بلاوجہ کا شک) کرنا ہے، خصوصاً جب کہ دوسرے احتمالات (گمان) اس سے زیادہ ہیں۔یعنی یہ ایک ہے اور وہ تین۔تو سب سے قطع نظر کر کے ایک ناجائز احتمال (غلط گمان) کو معین کر لینا سخت ناجائز بدگمانی (حرام شک) ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ"[63] **ترجمہ**: بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

اور مشہور ہے: "ظُنُّوا الْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا" یعنی مسلمانوں کے ساتھ اچھا گمان رکھا کرو۔

ممکن ہے کہ کوئی صاحب قرائن (اشارے یا علامات) پر مدار (بھروسہ) رکھے، تو غیر یقینی قرائن دلیل نہیں ہوسکتے۔پھر دوسرے احتمالات (ممکنہ گمان) کے بھی قرائن موجود ہوتے ہیں، تو اُن سے اُن کو رد (باطل) کیوں نہیں کیا جاتا؟ گناہ (برائی) کو ترجیح دینے کی فکر کرنا تو اچھا کام نہیں۔زیادہ سے زیادہ قرائن سے یہ

---

62)الذخيرة للقرافي المالكي، كتاب الطهارة، باب الثاني في الوضوء، 240/1، دار الغرب الإسلامي-بيروت

63)سورۃ الحجرات: آیت 12

ثابت ہو گا کہ ممکن ہے وہ بھی خیال (گمان) ہو، یہ بھی خیال (اندازہ) ہو، تو یہ مخلوط نیت (ملی جلی نیت) بھی خالص ریا (دکھاوا) نہیں۔ بلکہ یہ پھر بھی ثواب کا کام رہے گا، اگرچہ خالص نہ ہو۔

بخاری شریف میں حدیث ہے[64] کہ حضور ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری کو فرمایا تھا کہ "تم کو حضرت داوٗد علیہ السلام کا نغمہ عطا ہوا ہے۔"

اِس حدیث کے تحت "فتح الباری شرح بخاری" کے صفحہ ۸۱ پر ابو یعلی کی حدیث ہے[65] کہ حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابو موسیٰ کے گھر سے گزرے تو وہ گھر میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے سنتے رہے پھر تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے یہ واقعہ بتایا اُنہوں نے عرض کیا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو آپ ﷺ کے لئے خوب بنا سنوار کر پڑھتا۔

اِس جواب پر حضور اکرم ﷺ کا سکوت (خاموشی اختیار) فرمانا اِس کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کے لئے بنا سنوار کر پڑھنا بھی کارِ ثواب ہے اور ریا تب ہوتی ہے جب صرف اپنی تعریف اور اپنے احترام اور اِقتداء کی نیت سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف: إِنَّمَا ٱلْأَعْمَالُ بِٱلنِّيَّاتِ[66] یعنی عمل نیتوں سے ہیں۔

یعنی مباحات (جائز کام) اچھی نیت سے اچھے افعال (نیک اعمال) بن جاتے ہیں اور بُری نیت سے بُرے۔ اُس عمل کو بھی نیت اچھا یا بُرا بنا سکتی ہے۔

اِس لیے اگر نمود و نمائش (دکھاوا) اور خوش آوازی کا مظاہرہ مسلمانوں کے دل خوش کرنے کے لیے ہو تو وہ خود ثواب ہے۔ جیسا کہ حدیثِ بالا (اوپر بیان کی گئی حدیث) سے معلوم ہوا کہ اس کو ریا (دکھاوا) کہنا درست نہ ہو گا، جیسے کہ حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) کے پڑھنے کے مقصد کو ریا نہیں کہہ سکتے۔ اور اگلے شمارے میں ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا کہ خوش آوازی (خوبصورت آواز) سے پڑھنے کا حکم بھی ہے۔ اگر اُس حکم کی تعمیل (عمل) کی نیت ہو گی تو تعمیلِ حکم (حکم کی پیروی) خود ایک ثواب ہے۔

ہم لوگ عجمی (غیر عرب) ہیں۔ ہمارے ملک میں بہت سے حروف اور الفاظ مَسخ ہو کر (بگڑ کر) غلط اور خلط (غلط ملط) استعمال ہوتے ہیں۔ اب اس طرح سے قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھنا گستاخی اور بے ادبی (ادب کی کمی) ہے، اور لوگ اپنی نمازیں اور امام سب کی نمازیں برباد کر رہے ہیں۔

"گر[67] تو قرآن بدین نمط خوانی[68]

میری رونق مسلمانی ضرورت ہے تمام مسلمانوں کو صحیح صحیح پڑھنے کی، جس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیں بھی درست ہو سکیں عام ترغیب دی جائے۔ اب فرمایئے کہ عمدہ عمدہ قاری صاحبان کو بلا بلا کر اُن سے سنوا کر ذوق و شوق پیدا کرنے کے سوا اور کیا اس کی تدبیر ہو سکتی ہے کہ بے عیب خدا کے بے عیب کلام کو بے عیب طریقہ سے پڑھنے کا شوق اور ایک والہانہ جذبہ عام مسلمانوں کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگے ایسی مجلسیں اِس ذوق و شوق کے لئے منعقد کرنا خصوصاً اِس زمانہ میں جبکہ غیر مسلم اثرات کے تسلط سے عام مسلمان اسلامی باتوں سے بے توجہی بلکہ بعض تو نفرت کرنے لگیں۔ غور

---

64)صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراۃ، 565/7، الحدیث5038، دار التاصیل
سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، ص144، الحدیث1019، دار طُویق

65)فتح الباری، 93/9، کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ ثبتَتْ، قَوْلُهُ بَابُ التَّرْجِيعِ، دار المعرفة ۔ بیروت

66)مسند الامام الاعظم، ص 6، المکتبۃ البشری

67)مکمل شعر اس طرح ہے "گر تو قرآن بدیں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی" یعنی اگر تو قرآن اس طرح پڑھے گا تو اسلام کی رونق ختم کر ڈالے گا(م)

68)گلستانِ سعدی مترجم، باب چہارم در فواید خاموشی، حکایت14، ص170، مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور

کرکے فرمایئے کیا ضروری نہیں ہے اور یہ کام کیا ثواب کا کام نہیں ہے کیا اسلام و اسلامیات پر مائل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ایسی نیت کے ساتھ نمود و نمائش بھی کیا کارِ ثواب نہ ہوگی۔

ایک کالج کے طالب علم نے بتایا ہے کہ اُن کے ایک دہریہ (لامذہب، جو خدا کو نہیں مانتا) ماسٹر صاحب نے اُس مجلس (محفل) کا قرآن شریف سن کر بے ساختہ کہا کہ یہ سن کر مجھے تجدید ایمان (نیا ایمان) نصیب ہوگیا۔ شاید اخباروں (رسائل) یا خبروں سے یہ بات آپ تک پہنچ چکی ہو کہ جب سے بڑے بڑے شہروں میں مجلسِ قرأت کا اہتمام ہونے لگا ہے، بہت سے اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور دفتروں میں اس کا اہتمام اور تصحیح قرآن (قرآن کی درستگی) کا انتظام و تعلیم شروع ہوگئی ہے۔ ان نتائج (اثرات) کے سامنے آنے پر اگر پہلے سے بھی نہ ہو، اب ایسی نیت ہو جائے تو اُس کو ریا (دکھاوا) نہیں کہا جائے گا، بلکہ ایسے موقع پر اگر ریا ہو تو وہ جرم نہ ہوگی جیسے ترغیب کے لیے دکھلا کر صدقہ کرنا ریا نہیں رہتا بلکہ افضل (بہتر) بن جاتا ہے۔

فرض کیجئے کہ پڑھنے والوں کی نیت نیکی اور خیر (بھلائی اور اچھائی) کی بالکل ہی نہ ہو اور صرف خودستائی (اپنی تعریف) اور شہرت کی ہو اور خالص ریا (دکھاوا) ہی ریا ہو، تو اس کا گناہ تو پڑھنے والوں کو ہوگا، مگر اُن کے اس پڑھنے کو سننے میں سننے والوں کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ سننے میں تو ریا نہیں ہو سکتا، خصوصاً جب سننے والوں کے پاس محض (صرف) ریا ہونے کی نیت کا کوئی ثبوت بھی یقینی نہیں ہو سکتا۔ سننے والوں کو تو ہر حرف پر دس دس نیکیاں تو ملتی ہی رہیں گی اور یہ تمام فوائد (فائدے، بھلائیاں) بھی حاصل ہوتے رہیں گے جو حاصل ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے گناہ و ثواب (برائی اور بھلائی) کو بڑھانے والے اپنی نیت سے درست کریں گے اور کریں یا نہ کریں، سننے والوں پر اُس کا اثر نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص ریا سے نماز پڑھتا ہے تو دیکھنے والا تو مجرم (گناہ گار) نہیں بن سکتا۔ اِس لئے یہ بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ اس کو آڑ (بہانہ) بنا کر قرآن مجید کے سننے سے محروم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی۔

اعتراض نمبر ۳: خوش آوازی (اچھی آواز میں پڑھنا)، اُتار چڑھاؤ (آواز کو اونچا نیچا کرنا)، کمی زیادتی (آواز کی شدت میں فرق کرنا) گانے کی صورت ہے اور شریعت میں گانا حرام ہے۔ حرام سے قرآن مجید کو مخلوط کرنا (ملانا) اُس کی توہین ہے۔ اِس لئے یہ مجلسیں کارِ ثواب (نیکی کا کام) نہیں بلکہ گناہِ عظیم (بڑا گناہ) بن رہی ہیں۔ ان کی شرکت کسی طرح جواز کی گنجائش نہیں رکھتی۔

جواب: یہ غلط فہمی اِس سے پیدا ہوتی ہے کہ خوش آوازی اور گانے میں فرق محسوس نہیں کیا گیا۔ اِن دونوں میں بڑا فرق ہے، گانا بیشک حرام ہے اور اُس کا سننا بھی حرام، لیکن خوش آوازی جائز اور اُس کا سننا بھی جائز ہے۔

خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کا تو حکم ہے، ہر شخص پر لازم ہے کہ جس قدر خوش آوازی کر سکتا ہو کرے۔ تخریج احیاء العلوم، جلد ۱، صفحہ ۲۵۱ میں ہے[69] کہ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ و ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہہ کر یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل کیا ہے کہ تم اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کا حسن بڑھا دیتی ہے۔

فتح الباری شرح بخاری، جلد ۷، صفحہ نمبر ۶۴ پر ہے[70] کہ اگر پڑھنے والا اچھی آواز والا نہ ہو تو جہاں تک اُس سے ہو سکے اچھی آواز بنائے جیسے کہ اِس حدیث کے راوی ابن ابی ملکیہ نے بیان کیا ہے اور اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ صفحہ ۸۰ پر ہے[71] کہ ابو داؤد نے سند صحیح سے حضرت ابو عثمان

---

69)المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار للعراقی، كتاب آدَاب تِلَاوَة الْقُرْآن، الْبَاب الثَّانِي فِي ظاهر آدَاب التِّلَاوَة، ص 330، دار ابن حزم۔ بيروت

70)فتح البارى، كتاب فَضَائِل الْقُرْآن ثبتَتْ، قَوْلُهُ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ، 72/9، دار المعرفة ۔بيروت

71)فتح البارى، كتاب فَضَائِل الْقُرْآن ثبتَتْ، قَوْلُهُ بَابُ التَّرْجِيعِ، 93/9، دار المعرفة ۔بيروت

مہندی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان گیا تھا۔ میں نے کسی چنگ و رباب (موسیقی کے آلات) اور بانسری کی آواز کو اُن کی (تلاوت کی) آواز سے بہتر نہیں سنا۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ پر ہے[72] کہ بخاری و مسلم و داؤد و نسائی کی حدیث ہے کہ

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن شریف کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔

کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۵۰ پر ہے[73] کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ اُس خوش آواز آدمی کی طرف جو بلند آواز سے بنا سنوار کر قرآن مجید کو پڑھتا ہے اُس سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں جتنی گانے والی باندی کی طرف اُس کا مالک کرتا ہے۔

سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۲ میں اِسی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے[74] کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی معظم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ "قرآن مجید کو عرب کے لہجہ میں اور عرب کی آواز میں پڑھو اور یہود و نصاریٰ اور فاسقوں کے لہجہ سے بچو۔"

اور اِس کو طبرانی نے معجم اوسط[75] میں اور بیہقی نے شعب الایمان[76] میں روایت کیا ہے۔

لہٰذا قرآن شریف میں خوش آوازی تو نہایت ہی پسندیدہ ہے اور اِس کا حکم بھی ہے اور اِس کا ثواب بھی ہے ہر شخص قرآن شریف پڑھنے میں جس قدر اپنی آواز کو عمدہ بنا سکتا ہو اُس کو عمدہ بنانا ہی ثواب کا کام ہے، مگر گانا اور چیز ہے اُس میں بھی خوش آوازی کی جاتی ہے مگر تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے اُسے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ قُرْآنًا عَرَبِيًّا[77] اور بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ[78] کے خدائی ارشادات اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے تو پڑھا جائے مگر عرب کے قاعدہ و قانون سے باہر نہ ہو لہٰذا اگر اُن قواعد و قوانین سے باہر کیا جائے گا تو اُس میں گانا پیدا ہو گا۔

مثلاً یہ نہ ہو کہ حروف کو قواعد (اصولوں) سے زیادہ کھینچ دیا جائے یا حرکات (زیر، زبر، پیش) کو اِس قدر لمبا کیا جائے کہ پیش واؤ (و) کی، زبر الف (ا) کی اور زیر یا (ی) کی صورت اختیار کر لے۔ جہاں ادغام (دو حرفوں کا ملا دینا) نہ ہو، وہاں کر دیا جائے اور جہاں ہونا چاہیے، وہاں نہ کیا جائے۔ اِس طرح قواعد سے نکل کر حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پڑھنے کو گانا کہا جاتا ہے۔

غلطی یہاں سے ہی لگ جاتی ہے کہ جو لوگ خود قاعدوں سے واقف نہیں، وہ تجوید اور گانے میں فرق نہیں کر پاتے اور وہ گانا، آواز کو بنانے سنوارنے کا نام دیتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خوش آوازی کی دو صورتیں ہیں: ایک، حروف و حرکات (زیر، زبر، پیش) وصفات کے قاعدوں کے اندر رہ کر

---

72) جمع الفوائد، كتاب التفسير، الحث على تلاوة القرآن وآداب التلاوة وتحزيب القرآن وغير ذلك.230/3.الحديث 7358.مكتبة ابن كثير. الكويت دار ابن حزم. بيروت

73) كنز العمال.الكتاب الثاني من حرف الهمزة.الباب السابع: في تلاوة القرآن وفضائله.الفصل الثالث: في آداب التلاوة.604/1.الحديث 2758.مؤسسة الرسالة

74) السراج المنير للعزيزي الشافعي، حرف اللام.، 116/4

75) المعجم الاوسط للطبراني. باب الميم، من اسمه محمد. 183/7. الحديث7223. دار الحرمين القاهرة

76) شعب الايمان للبيهقي. باب تعظيم القرآن. فصل في ترك تعمق في القرآن. 208/4. الحديث 2406، مكتبة الرُشد

77) سورة يوسف: آية 2

78) سورة شعراء: آية 195

خوش آوازی کرنا؛ یہ تو قرآن مجید میں ثواب ہے۔ دوسرا یہ کہ قاعدوں سے باہر کھینچ کر حروف اور حرکتوں کو کئی گنا کر کے سُر (آواز کا ردھم) پیدا کرنا، یہ گانا ہے، یعنی گناہ ہے۔ قرآن مجید میں ایسا کرنا بھی اور اشعار وغیرہ میں بھی گناہ ہے؛ کیونکہ گانے کے سُر بغیر کھینچے پیدا نہیں ہوتے، وہ قاعدوں سے زائد کھینچنا ہی ہے۔ اور تجوید کے جو قاعدے ہیں، وہ سب عربی زبان کے قاعدے ہیں، بلکہ اُس میں تو ہر ہر حرف میں سند صحیح (مستند روایت) سے وہ طریقہ لیا گیا ہے جو حضور ﷺ سے حاصل ہوا ہے اور آپ ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حاصل ہوا ہے، یعنی جس طریقہ پر قرآن مجید کا نُزول ہوا ہے۔ اِس لئے ماہرینِ تجوید کے پڑھنے کو گانا کہنا درست نہیں ہے، بلکہ ایسا کہنے میں خطرہ بھی ہے کہ یہ الزام اوپر تک جاسکتا ہے۔

ہاں جو لوگ قواعد عربیت و تجوید سے نکل کر حرفوں اور حرکتوں کو کھینچنے کی یہ عجمی صورت پیدا کر کے خوش آوازی کریں گے تو وہ ضرور گانا شمار کیا جائے گا۔ اِس کو توہین اور گناہ کہنا درست ہوگا مگر جائز و ناجائز کی سرحدوں سے غفلت برت کر ایک پر دوسرے کا نام لگا دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اعتراض نمبر ۴: یہ مجلس ریا (دکھاوا) اور غِنا (گانا) دو گناہوں پر مشتمل ہے۔ اِس میں شرکت کی دعوت دینا، گناہ میں شرکت کی دعوت دینے کے مترادف (برابر) ہے۔

جواب: اوپر ۲ (دوسرے) کے جواب میں عرض کر دیا ہے کہ ریا (دکھاوا) کا تعلق نیت سے ہے اور نیت یہاں چار قسم کی ہو سکتی ہے، جن میں سے صرف ایک ریا ہے، وہ بھی اگر مخلوط (ملا جلا) ہو تو محض ریا نہیں۔ اِس لئے ریا کا دعویٰ کرنا بے دلیل ہے۔ پھر اگر ریا ہو بھی تو اُس کا اثر پڑھنے والے پر ہوتا ہے، سننے والے کا کام سننا ہے، اُس میں ریا نہیں ہو سکتی۔ یہاں دعوت سننے کی دی جاتی ہے، جس میں ریا نا ممکن ہے۔ جن کو پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، اُن کو دوسری نیتوں سے ہی دعوت ہو سکتی ہے، ریا والی نیت سے دعوت دینا تو نا ممکن ہے، کیونکہ وہ نیت دوسروں کی ہو ہی نہیں سکتی، صرف پڑھنے والے کی ہو سکتی ہے۔

رہی دوسری بات، گانا (غنا) تو ۳ (تیسرے) کے جواب میں عرض ہو چکا ہے کہ اُس کو گانا کہنا ہی خطرناک بات ہے، یہ تو پسندیدہ اور تعمیل حکم (حکم کی پیروی) ہے اور اُس کی شرکت کی دعوت خود پسندیدہ ہو گی۔

اعتراض نمبر ۵: تداعی (دعوت دے دے کر بلانا اور جمع کرنا) فرض اور واجب اُمور کے لئے تو درست ہے، جیسا کہ تبلیغ احکام (احکامات کا پہنچانا)، وعظ (نصیحت) اور تعلیم و تربیت کے لئے حضور ﷺ جمع فرماتے تھے۔ مگر اُمورِ مستحبہ (پسندیدہ کاموں) کے لئے، جن کے اجتماع (اکٹھا ہونے) کی خیر القرون (صحابہ کرام کے دور) میں اصل (بنیاد) نہ ہو، دعوت دے کر جمع کرنا ممنوع (منع) اور مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔ اِسی بناء پر نفلوں کی جماعت لیلۃ القدر (شب قدر)، لیلۃ البراۃ (شب برات) اور لیلۃ العیدین (عیدین کی راتوں) میں اجتماع کرنے کو قضائے احناف (فقہِ حنفی کے فیصلوں) نے مکروہ و ممنوع (ناپسندیدہ اور منع کیا ہوا) قرار دیا ہے۔

اور مجلس میلاد (ولادت کی محفل) و سیرت (سیرتِ نبوی کی محفل) میں ایک وجہ کراہت کی (ناپسندیدگی کی ایک وجہ) یہ ہے کہ اُس مجلس میں اگر کوئی اور خرابی نہ ہو تو نفس اجتماع (خود اکٹھا ہونا) و دعوت (لوگوں کو بلانا) ہی ممنوع ہوتی ہے۔

جواب: یہ تو بالکل صحیح ہے کہ اُمورِ مستحبہ (پسندیدہ کاموں) کے لئے واجبات (فرض جیسے ضروری کاموں) کا سا اہتمام (بڑی تیاری) کرنا اور اُن کو عمل کے درجہ میں اُن کا درجہ دے دینا بے شک ممنوع (منع کیا گیا) اور مکروہ ہے۔[79] لیکن قرآن پاک میں ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ[80]

79) الدر المختار و حاشیة ابن عابدین ،کتاب الصلاۃ ،باب سجود التلاوۃ ،598/2 ،دار عالم الکتب۔الریاض

حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح ،کتاب الصلاۃ ،باب سجود التلاوۃ ،فصل سجدۃ الشکر مکروھة ،ص500 ،دار الکتب العلمیة

80) سورۃ المائدۃ: آیت 67

ترجمہ: اے رسول جو کلام آپ پر نازل کیا گیا ہے اُس کو لوگوں تک پہنچادیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسول ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔

اور حدیث شریف بَلِّغوا عَنّی وَلَوْ اٰیَۃً [81] یعنی میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

سے قرآن مجید اور اُس کے ہر ہر جز (حصے) کی تبلیغ اور لوگوں کو پہنچا دینا حضور ﷺ پر اور پھر تمام اَہلِ علم پر واجب (ضروری) ہے۔ اور پھر قرآن مجید کے اجزا (حصے) میں اُس کے الفاظ، لفظ لفظ، حرف حرف، حرکتیں (زبر، زیر، پیش) اور اُن کی حقیقی کیفیات (اصل حالتیں) بھی داخل ہیں، کیونکہ بغیر الفاظ، حروف، حرکات اور اُن کی کیفیات (حقیقی حالتوں) کے کلام کا وجود (مکمل ہونا) ہی نہیں ہو سکتا۔ اور کلام کی تبلیغ فرض و واجب (ضروری) ہے، اِس لئے اُن کا بھی لوگوں تک پہنچانا حضور ﷺ پر واجب ہے اور اُن کی تبلیغ بھی اُمورِ واجبہ (ضروری امور) میں سے ہے، اِس کو فقط مستحب نہ قرار دیا جائے گا۔ پھر تجوید (صحیح تلفظ اور ادائیگی) کی یہ کیفیات بھی نازل شدہ (اللہ کی طرف سے آئی ہوئی) ہیں، کسی کی خود تصنیف کردہ (بنائی ہوئی) نہیں۔ سورۃ قیامت میں حضور ﷺ کو ارشاد ہوا:

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ [82] یعنی پھر جب ہم بواسطہ جبریل پڑھیں تو آپ اُس پڑھنے کی پیروی کیجئے۔

حضور ﷺ کو حکم تھا کہ جبریل علیہ السلام کی طرح پڑھیں حضور ﷺ نے ایسے ہی پڑھا اور ایسے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھایا اور صحابہ نے تابعین کو اور صحیح سند سے آج تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ [83] اللہ کی کتاب کو ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسے اُس کا حق ہے۔" کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایسے پڑھیں جیسے کہ نازل کیا گیا ہے۔

تفسیر ابن جریر، جلد نمبر ۵، صفحہ ۱۷۰ میں، علامہ علی قاری نے "منح فکریہ" صفحہ ۹۲ میں اِبنِ خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ قرآن شریف کو ایسے ہی پڑھا جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے، لہٰذا یہ بھی ادائیگی حروف و حرکات والفاظ کے طور طریق اپنی سندوں سے حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام سے ثابت اور نازل شدہ ہیں اور جس طرح الفاظ و معانی کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے، اُن کو پہنچانا بھی اور خود اُن پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔ اُن کو دوسری چیزوں پر قیاس کر کے محض مستحب نہیں کہا جاسکتا۔ اِس لئے اُن کے لئے اجتماع و جلسہ کرنا ایسے ہی درست ہے جیسے تبلیغ احکام کے لئے درست ہے۔ [84]

بلکہ اُن (قرآنی احکام) کی تبلیغِ علمی سے زیادہ عملی کی ضرورت ہے، کیونکہ اُن کا تعلق عمل سے ہی زیادہ ہے۔ علمی تبلیغ تو کتابیں پڑھانے سے ہوتی ہے، اور عملی تبلیغ مشق کرانے (عملی تربیت دینے) اور کر کے دکھانے سے ہوتی ہے۔ اور پھر تمام مسلمانوں کو شوق دلانا ایک الگ بات ہے۔

ہمارے آقا حضور ﷺ نے بھی فرمائش کر کے قرأت سنی ہے۔ جمع الفوائد، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳ پر ہے [85] کہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا کہ آقا ﷺ میں سناؤں! جبکہ آپ پر نازل ہوا ہے؟ فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں تا آخرِ حدیث اور صفحہ ۳ کے جواب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت سننے کا قصہ بھی اُوپر پیش ہو چکا ہے اور خود بھی جمع کر کے لوگوں کو سنایا ہے۔

---

81) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، 1275/3، الحدیث 3274، دار ابن کثیر، دار الیمامۃ دمشق

سنن الترمذی، ابواب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الحدیث بنی اسرائیل، 402/4، الحدیث 2669، دار الغرب الإسلامي بیروت

82) سورۃ القیامۃ: آیت 18

83) سورۃ البقرۃ: آیت 121

84) المنح الفکریۃ علی متن الجزریۃ، ص 22، المطبعۃ الازھریۃ، 1911م

85) جمع الفوائد، کتاب التفسیر، باب الحث علی تلاوۃ القرآن، 231/3، الحدیث 7366، مکتبۃ ابن کثیر، الکویت دار ابن حزم، بیروت

اِسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر ہے[86] کہ مسلم و ترمذی کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو فرمایا کہ سب جمع ہو جاؤ میں تم کو ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا جو لوگ جمع ہونے تھے ہو گئے۔ حضور ﷺ تشریف لے آئے اور "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" تلاوت فرمائی پھر اندر تشریف لے گئے تو ایک صحابی نے دوسروں سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی آسمانی حکم آیا ہو گا اِس لئے پھر اندر داخل ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہیں ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا تو سن لو یہ سورۃ ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔

لہٰذا ایسے اجتماعات کو غیر اہم (بے اہمیت) قرار دینا اور یہ کہنا کہ غیر اہم کو اہم بنانا مکروہ و ممنوع ہے، صحیح بات نہ ہو گی۔ یہ بھی ادائے واجب (فرض کی ادائیگی) کے لیے امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کے تبلیغی اجلاسوں میں سے ایک اجلاس ہے۔

اعتراض نمبر ۶: جب مقامی حضرات اس فن میں کمال پیدا کر کے اس فرض کو انجام دے رہے ہیں تو بلا ضرورت دور دراز سے ماہروں کو بلوا کر اس کی نمائش کرنا ایک بے کار کام ہے اس پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنا فضول خرچی ہے۔

جواب: یہ بات تو کوئی نئی بات نہیں ہے تمام جلسوں میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کسی صاحب کو یہ اعتراض وہاں پیدا نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ بغیر ضرورت (بے وجہ) کہنا ہی درست نہیں، نہ اُن تبلیغی اجلاسوں کو اور نہ اُن قرأت کی مجلسوں کو۔ حالانکہ ہر جگہ مقامی علمائے دین، واعظین (نصیحت کرنے والے) اور مقررین (تقریر کرنے والے) موجود ہوتے ہیں، مگر پھر بھی باہر کے زیادہ بزرگ اور زیادہ معتبر حضرات کو بڑی محنت اور بڑے انتظام سے بلایا جاتا ہے اور جلسے (اجتماعات) منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر نئی چیز دلچسپ (لذیذ) معلوم ہوتی ہے اور اُن کی خوش بیانی (اچھی گفتگو) سے لوگوں میں دین کا شوق اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

گناہوں سے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض اوقات آنے والے بزرگ کی بات دل کی گہرائی میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ پوری زندگی بدل دیتی ہے۔ یہ تبدیلی مقامی حضرات (علاقے کے علما) کی بھی ہوتی ہے، کیونکہ اُن معتبر ترین حضرات (بزرگوں) کے بیان سے اُن کی باتوں کی تردید (رد کرنا) یا تائید (حمایت) معلوم ہوتی ہے، جس سے اُن کا مقام (مرتبہ) متعین ہوتا ہے۔ یہ ضروریات بہت اہم ہیں، اور انہی کی وجہ سے بڑے بڑے خرچ اور اہتمام سے تبلیغی جلسے (اجتماعات) منعقد کیے جاتے ہیں۔ اِسی طرح انہی اغراض و فوائد کے لیے باہر سے بڑے بڑے ماہرینِ تجوید کو بلا کر جلسے اور مجلسیں مقرر کی جاتی ہیں۔ اِن سب جلسوں سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں اور سب کے تجربے میں روزانہ آتے ہیں، اُن کے لیے یہ خرچ کرنا ضائع کرنا نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی اُسے فضول خرچی کہا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح اگر اُن مجلسوں سے یہ فائدے حاصل ہوتے ہیں تو یہاں بھی فضول خرچی کہنا مناسب نہیں۔

تعجب ہے کہ جسمانی اَمراض (بیماریاں) اور بقائے صحت (صحت کی حفاظت) کے لئے بڑے بڑے اہتمامات (تیاریاں)، بڑے بڑے خرچ تو بخوشی خاطر گوارا (برداشت) ہوں اور اِن دینی فائدوں کے لئے اہتمام اخرج (خرچ کرنے) کو بیکار و فضول قرار دیا جائے، ذرا غور کرنے کا مقام ہے۔

اعتراض نمبر ۷: قوتِ عمل (عمل کرنے کی طاقت) سے محروم قومیں جذبۂ دینی (دین کے جذبہ) کو تسکین (اطمینان) دینے کے لئے مذہب کے نام پر ایسے مظاہرے (دکھاوے) کیا کرتی ہیں اور اُن مظاہروں کو عمل کی جگہ دے کر اُن کھلو کھلے مظاہرات (ظاہری دکھاوے) کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔ قرآن اِس لئے نازل

---

86) جمع الفوائد، کتاب التفسیر، باب الحث علی تلاوۃ القرآن، 86/3، الحدیث 6759، مکتبۃ ابن کثیر، الکویت دار ابن حزم، بیروت

ہوا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ (حصہ) میں اُس کو مشعلِ راہ (رہنمائی کا چراغ) بنالیں، مگر ہم نے اُس کو قرآن سے خارج کر دیا۔ قوالیوں، میلادوں، ایامِ وفات اور شرک وبدعت کی رسوم کی طرح مجلسِ قرأت (قرآن پڑھنے کی مجلس) کو بھی دینی شعار (دین کی علامت) بنالیا گیا ہے۔

جواب: تعجب ہے کہ یہ لفظ ایسے لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جو دینی نظر بھی کچھ نہ کچھ رکھتے ہیں، اور قطعاً یہ خیال نہیں ہوتا کہ بے اصل (بے بنیاد) یا مخالفِ اسلام باتوں کے مشابہ (مشابہت رکھنے والے) خود الفاظ، حروف، حرکاتِ قرأت اور اُن کی صحت وعمدگی کو سناتے ہیں، جس کے لئے قرآن وحدیث میں حکم موجود ہے، ترغیب وتحریص (شوق دلانے اور ترغیب دینے کا حکم) موجود ہے اور ایسا نہ کرنے والے کو اپنے لوگوں سے خارج کر دیا گیا ہے، جس کو مختصر طریقہ سے نمبر ا کے جواب میں پیش بھی کیا جا چکا ہے۔ معلوم نہیں، ایسا کہتے یا لکھتے وقت کیا خیال دل پر مسلط ہوا ہو گا کہ کھوکھلے مظاہرات (ظاہری دکھاوے) ایک ایسی چیز کو کہا جا رہا ہے جس کو حضور ﷺ یوں فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ[87] **یعنی** وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ نہ پڑھے۔

یہ عجیب منطق (سمجھ) ہے کہ الفاظ، حروف اور حرکات، جو قرآن مجید کا نازل شدہ جز (حصہ) ہیں، اور پھر اُن سب کا صحیح صحیح اپنے مخارج وصفات (ادا کرنے کے مقامات اور خاصیتوں) اور قواعدِ عربیت (عربی زبان کے اصول) کے موافق ہونا ہی نازل شدہ ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث سے نمبر ۵ کے جواب میں عرض کر دیا ہے۔ عقلاً بھی نازل شدہ ہونا ضروری ہے کہ حروف وحرکات اپنی صفات سے خالی ہو کر نازل ہو ہی نہیں سکتے۔ لا محالہ (ضروری ہے کہ) یہ مع الصفات (صفات کے ساتھ) نازل ہوئے ہیں تو اُس نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنے کو کھوکھلے مظاہرات (ظاہری دکھاوے) قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ جیسے قرآن کے مضامین کی حفاظت فرض ہے، ویسے ہی دوسرے اجزاء، یعنی الفاظ، حروف، حرکات اور کیفیات کی حفاظت بھی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اِس کو مذہب کا نام دینا اور دینی جذبات کی تسکین (دل کی تسلی) یعنی غیر مذہب کو مذہب بنانا کہا جا رہا ہے کہ ایسی ضروری چیز کو کھوکھلا کہا جا سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ قرآن مجید تو زندگی کے لئے مشعلِ ہدایت (رہنمائی کا چراغ) ہے، جسے ہم نے زندگی سے خارج کر رکھا ہے، تو یہ بات بے شک ہمارا جرم ہے اور قابلِ اہتمام (اہمیت کے لائق) ہے، اور جس قدر کوشش ہو سکے، اس کی کوشش کی جائے کہ ہماری پوری زندگی احکامِ الٰہی کے مطابق بن جائے، اپنے لئے بھی اور دوسرے بھائیوں کے لئے بھی۔ لیکن یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا یا اُس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ اور جذبہ وشوق پیدا کرنا آخر اُس میں رکاوٹ کب پیدا کرتا ہے؟ تجوید کے پڑھنے سے عمل کی بندش کب پیدا ہوتی ہے؟ اور اگر یہ خیال ہو کہ جب عمل نہیں ہو رہا تو تجوید سے تلاوت بھی نہ ہو، تو ایک شدید جرم کے ارتکاب (سرزد کرنے) میں دوسرے جرم کا ارتکاب (کرنا) قرینِ عقل (عقل کے مطابق) نہیں۔ ضرورت تو اِس بات کی ہے کہ اِس جرم سے بھی باز آئیں اور اِس کے ترک (چھوڑنے) سے بھی۔

تو پھر کسی طرح بھی اِس کو رکاوٹ قرار دیا جائے گا تو ایک طرح سے اُن احادیث پر بھی رکاوٹ کا اعتراض بن جائے گا جن میں اِن کی اہمیت اور ترغیب بلکہ حکم وارد ہے۔ اِس لئے ذرا سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہیے۔ قرآن تو شمعِ ہدایت ہے اور برابر اُس کا اتباع فرض ہے، لفظوں، حرفوں اور حرکتوں کی درستی تو اُس میں اور چار چاند لگائے گی، نہ کہ اُس سے رکاوٹ پیدا کرے گی۔

87)صحیح ابن حبان، النوع الثانی، ذکر استماع الله إلى من ذكرنا نعته أشد من استماع صاحب القينة إلى قينته، 242/1، الحديث217، دار ابن حزم بيروت

اعتراض نمبر ۹:(۱)چراغاں (۲)گیٹ(۳)جھنڈیاں (۴)اسٹیج(۵)صدر(۶)تالیاں (۷)اُچھل کود اور قہقہوں سے کسی کے آنے جانے پر نعرہ بازی۔ یہ سب طریقے جو اُن مجلسوں میں برتے جاتے ہیں کافرانہ طور طریقے ہیں اور تلاوتِ قرآن پاک کو کافرانہ طور طریقوں سے آلودہ کرنا قرآن مجید کی توہین ہے اور اسراف کا گناہ الگ ہے۔

جواب: یہ اعتراض آٹھ باتوں پر مشتمل ہے مگر اِن میں بعض کے محض درجے بھی صحیح نہیں اِس لئے ہر ایک کو الگ الگ عرض کیا جاتا ہے۔

(۱)روشنی اِس قدر کہ آنے جانے والوں، بیٹھنے اُٹھنے والوں کو سہولت ہو اور ایک دوسرے کی پہچان کر سکیں، یہ ضرورت کے تحت ہے اور اِس کو اسراف(فضول خرچی) نہیں کہا جاسکتا۔ یہ مجمع کی کمی بیشی سے مُتفاوِت(مختلف) ہو سکتا ہے۔ہاں، ضرورت یا سہولت سے جو زائد ہو، وہ ضرور اسراف میں داخل ہے، اور اُس سے منتظمین(انتظام کرنے والے) کو روکنا چاہیے۔ لیکن منتظمین کی اِس حرکت سے مجلس کے حاضرین(شرکاء) پر کوئی گناہ ہو یا قرآن مجید پڑھنے سننے کا ثواب نہ ہو، اِس وجہ سے اِس سلسلہ کو بند کر کے اِس سے محرومی اختیار کی جائے، یہ قرینِ عقل(عقل کے مطابق) نہیں ہے۔

(۲)اِس کی ضرورت کوئی نہیں ہوتی یہ محض رسم اور اِسراف ہے۔

(۳) یہ بھی ایسے ہی ہے کہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم شان پیدا کرنے کے واسطے ایسا کرتے ہیں، مگر یہ تاویل(وضاحت) محض غلط ہے۔ ہر بات کی شان اُس کے درجے کے مطابق ہوتی ہے۔ دینی کاموں کی شان دینی طریقوں سے ہو سکتی ہے، اُن رسمی اور کافرانہ(غیر اسلامی) طور طریقوں سے اُن کی شان نہیں بڑھتی بلکہ اور گھٹتی ہے، جیسے مرد کو عورت کا لباس اور زیور پہنانے سے اُس کی شان بڑھتی نہیں بلکہ حقیقت میں نظروں میں مذاق اُڑانا ہے جس سے شان گھٹتی ہے۔ تمام دینی اسلامی جلسے اور اجتماعات کا یہی حال ہے۔

(۴)رواجی صورت اُس کی رسم بھی کافرانہ(غیر اسلامی) ہی ہے، ورنہ فاسقانہ(گناہ گارانہ) ضرور ہے۔ ہاں یہ شکل کہ قاری صاحبان یا مقررین ایسی اونچی جگہ پر ہوں کہ جہاں پر لوگ اُنہیں دیکھ کر تسکین(اطمینان) محسوس کریں، پہلے زمانے میں تو آواز پہنچانے کے لیے بھی اُس کی اُونچائی کی ضرورت تھی، مگر اب لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے اُس کی ضرورت نہیں رہی۔ اب صرف دیکھنے کی تسکین کے لیے حاجت ہے، جو قدرے اونچا ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اِس سے زائد رسم اسراف(فضول خرچی) سے خارج نہیں ہو سکتا۔

(۵) یہ بھی صرف ایک رسم کے درجے میں رہ گیا ہے۔ شرعی اصل اُس کی صرف اِس قدر ہے کہ حدیث شریف میں ہے[88] کہ جب تم سفر میں ہو تو ایک کو امیر مقرر کر لیا کرو تاکہ انتظام قائم ہو۔ امیر مقرر کر لینے کے بعد جب تک وہ امیر ہے، اُس کی اطاعت واجب ہے، یا جب تک سفر باقی ہے۔ شاید لوگوں نے اِس پر قیاس کر کے جلسے کے انتظامات کے لیے ایک شخص کو امیر مقرر کیا ہے، مگر اب اُس کی اطاعت کرنی ضروری نہیں سمجھی جاتی، صرف ضابطے میں نام رہ گیا ہے۔ یہ ایک رسم بن گئی ہے۔

ایک وجہ اُس کی یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر اور حلقے یا ادارے میں منتظم ہے، وہی امیر ہے۔ دوسرے کو اُس کے ہاں حکم چلانے کا حق نہیں پہنچتا، بلکہ اُن کو اُس کے تابع رہنا ضروری ہے، جیسے احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دعوت دے کر بلایا جاتا ہے، اُن کو اپنے حکم کے

---

88)سنن ابی داود. كتاب الجهاد. باب في القوم يسافرون يؤمرون أحدهم .340/2. الحديث 2608. المطبعة الأنصارية بدهلي ـ الهند

صحيح ابن خزيمة. كتاب المناسك. باب استحباب تأمير المسافرين أحدهم على أنفسهم .141/4. الحديث 2541. المكتب الإسلامي بيروت

ماتحت کرنے کے بجائے اُن کے اعزاز کے لیے خود اُنہی میں سے ایک کو منتخب کر کے عارضی منتظم قرار دیا جاتا ہے، خواہ مخواہ منتظم، صاحبِ البیت (گھر کے مالک)، یا صاحبِ ادارہ منتخب کر دے یا سب سے انتخاب کرا لے۔

لفظوں کے ساتھ یا ایک لفظ اور دوسروں کے سکوت (خاموشی) کے ساتھ جیسے عام طور پر ہوتا ہے، مگر اب لوگوں نے اُسے اُس کے درجے سے نکال کر صرف رسم بنالیا ہے، اِس لیے قابلِ ترک ہے، جب تک امیر بنانے کی اصل صورت پر عمل نہ ہونے لگے۔

(۶) صرف کافرانہ رَوِش (انداز) ہے اور قابلِ ترک ہے بلکہ ایک صورت مذاق کی سی بنتی ہے۔

(۷) اظہارِ شکر و مسرّت (خوشی) کے لئے کسی بھی بات کا عمل اگرچہ صحیح ہو، لیکن کھیل کود کے کاموں کی طرح اُس کا اظہار قرآن مجید کی شان کے خلاف (خلافِ عظمت) اور ہنسی مذاق اور کھیل بنانے کے قریب (قریب تر) ہے۔ ایسی باتوں کی روک تھام (بندش) کی ضرورت ہے۔ یہاں دو باتیں ہیں جن پر اظہارِ مسرت کیا جا سکتا ہے۔

(الف) قرآن مجید کے الفاظ کے لئے ایسے کلمات (الفاظ) استعمال کرنا مناسب ہے جیسے "سُبْحَانَ اللّٰهِ"، "جَلَّ شَأْنُهُ"، "جَلَّ جَلَالُهُ"، جو کلامِ الٰہی کی عظمت (بزرگی) اور خود اللہ جل شانہ کی عظمت کو ظاہر کریں، یا پھر اُن کی تصدیق (تائید) کے لئے "صَدَقَ اللّٰهُ"، "صَدَقَ الرَّسُولُ" جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں۔

(ب) قاری صاحب کی قرأت کے بعد محفل میں حسن پیدا کرنا، جو آیات و اَحادیث سے مستحسن (پسند کی جانے والی) ہے، اُس کے لئے "جَزَاكَ اللّٰهُ"، "مَرْحَبًا"، "لَا فُضَّ فُوْكَ" (اللہ آپ کا منہ سلامت رکھے) جیسے الفاظ کہنے میں کوئی مضائقہ (حرج) نہیں ہے۔ غرض یہ کہ کلامِ الٰہی کے ادب اور شانِ ربانی کا لحاظ کرتے ہوئے جذباتِ شکر و مسرت کے اظہار میں کوئی مضائقہ (نقصان) نہیں، مگر کافرانہ (کافروں جیسے) اور فاسقانہ (گناہگاروں جیسے) یا لہو ولعب (کھیل کود) حرکتوں سے بچانا ضروری ہے، بلکہ اُس کی تلقین (تعلیم دینا) بھی ضروری ہے۔ لیکن بعض لوگ اگر ایسی حرکت کر لیں تو اُس کی وجہ سے مجلس کو معیوب (برا) سمجھنا یا اُسے بند کروانا زیادتی ہے۔

(۸) یہ بات بھی روکنے کے مستحق (لائق) ہے کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کا ذکر کسی غیر مقصد کے لئے استعمال کرنا ذکر کی بے حرمتی (بے ادبی) ہے۔ فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ اگر کوئی چوکیدار اپنے بیدار (جاگتے) رہنے کا ثبوت دینے کے لئے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ" بلند آواز سے پڑھے، تو یہ منع ہے۔ اِسی طرح کسی کے آنے جانے پر اللہ اور رسول ﷺ کے نعرے لگانا، جو بے حرمتی کا سبب بنیں، ممنوع (ناجائز) ہوں گے۔ لہٰذا ایسی حرکتوں کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔

اعتراض نمبر: قرآن مجید کی تلاوت پر اُجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، اُس کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اور جو لوگ کچھ رقم دیتے ہیں وہ جائز کام کے لئے دیتے ہیں، اُس کو اُس میں صَرف (خرچ کرنا) یا مندرجہ ۹ میں صرف کرنا (خرچ کرنا) اگر وہ اُس کام کے لئے بھی دیں تو گناہ ہے، یہ مجلس ان سب اُمور پر مشتمل ہوتی ہے۔

جواب: اِس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احناف کے مذہب میں ہر عبادت کی اُجرت حرام ہے[89] اور فقہائے متاخرین (بعد کے فقہاء) نے شعارِ اسلام (اسلامی نشانیوں) اور اُن باتوں میں جن پر اسلام موقوف (قائم) ہے، دوسرے اماموں کے مذہب پر فتوے دے کر صرف امامت، اذان، تعلیم قرآن و دینیات (دینی علم)

89) حاشية رد المحتار على الدر المختار، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب في الاستئجار على الطاعات، 55/6، دار الفكر – بيروت

اور ملازمت و وعظ (نصیحت) پر اُجرت کی اجازت دی ہے۔ نفسِ تلاوت (خود قرآن پڑھنا) اُس میں داخل نہیں، اِس لئے ہر کسی تلاوت پر اُجرت دینا لینا دونوں حرام ہے۔ لیکن کسی دینی مصلحت (فائدے) سے جب دور سے بلایا جائے تو آمد و رفت (آنے جانے) اور خورد و نوش (کھانے پینے) کا خرچہ اُن کو دینا اُجرت میں داخل نہیں، یہ ناجائز (حرام) نہیں ہے۔ ایسے ہی دور والوں کو کھلانا پلانا بھی اُجرت میں داخل نہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ ناجائز میں دینے والے کی اجازت سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور اجازت کے بغیر تو جائز میں ہی نہیں۔ اِس لئے اِن سب باتوں کا لحاظ (خیال) کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اِن کو تاہیوں (غلطیوں) کا جرم منتظمین (انتظام کرنے والے) کا ہے اور اُنہیں پر گناہ ہے، اور پھر ہر مجلس میں اُن خرابیوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ ادھر سامعین (سننے والے) پر اُس کا اثر نہیں ہو سکتا۔ منتظمین کو فہمائش (سمجھانے) کی ضرورت ہے، مگر مجلس اس کی وجہ سے بند کرنا درست نہیں ہو سکتا۔

اُمید ہے کہ اِن سب باتوں پر خلوص (سچائی) کے ساتھ غور کیا جائے گا تاکہ بُرائیوں (غلطیوں) کی اصلاح (درستگی) ہو اور بھلائیوں (اچھی باتوں) کی ترغیب (حوصلہ افزائی) ہو۔

ازالہ وھم: اعتراضات کی تمہاری تحریر ۱۹۶۸ء کے "خدام الدین" کے پرچے میں ہے، جبکہ جوابات ۱۹۶۶ء میں دیے گئے۔ یہ جوابات دو سال پہلے کیسے دیے گئے؟ تو یاد رہے کہ فقیر کو "خدام الدین" لاہور کے پرچے ردی (پرانے کاغذات) سے مختلف رسالوں سے ملے۔ ۱۹۶۶ء میں کسی نے اعتراضات کیے ہوں گے، جن کے جوابات اُسی سال دیے گئے۔ فقیر کو وہی سوالات ۱۹۶۸ء کے پرچے میں ملے تو وہی درج کیے۔ ممکن ہے کہ ۱۹۶۸ء والے اعتراضات، ۱۹۶۶ء کے "خدام الدین" نے دوبارہ شائع کیے ہوں یا پھر ۱۹۶۸ء کے مُعترض (اعتراض کرنے والے) نے ۱۹۶۶ء کے اعتراضات نقل کیے ہوں یا اُن کا چربہ (نقل) لے کر اعتراضات خود دُہرائے ہوں۔ بہر حال چونکہ اُس جماعت کے محفلِ نعت پر اکثر ایسے ہی اعتراضات ہوتے ہیں، اِس لیے جوابات بھی اُنہی کی جماعت کے ایک مفتی کے قلم سے پیش کیے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نعت خوانی سے حضور ﷺ کے اوصافِ جمیلہ (خوبصورت صفات) اور کمالات و معجزات کا منظوم کلام (شاعری کی شکل میں بیان) اور حسین (خوبصورت) اور روح پرور (روح کو خوش کرنے والے) لہجے سے بیان ہوتا ہے، جس سے اہلِ ایمان کے دل کو تازگی (فرحت) اور روحوں کو سرورِ روحانی (روحانی خوشی) حاصل ہوتی ہے۔ یہی عبادتِ الٰہی کا اولین (پہلا) مقصد ہے۔ اِسی لیے ہم اُسے عبادت ہی سمجھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے صدقے (واسطے) میں ہمیں اِسی پر زندہ رکھے، اِسی پر موت دے اور قیامت میں اِسی پر اُٹھائے۔ (آمین)

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية. كتاب لاجارة. 127/2. دار المعرفة